نماز کے مسائل

اسلامی بہنیں قعدہ میں کیسے بیٹھیں؟

مجیب: مولانا ساجد صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ستمبر / اکتوبر 2018

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورتیں تشہد میں مردوں کی طرح ہی بیٹھیں۔ کیا عورتیں مردوں کی طرح ہی بیٹھیں گی یا مختلف طریقہ ہے؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورتیں تشہد میں مردوں کی طرح نہیں بیٹھیں گی بلکہ ان کے لئے شریعت کا یہ حکم ہے کہ وہ تورُّک کریں یعنی اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر بائیں سرین پر بیٹھیں کیونکہ ایک تو اس طرح بیٹھنا بھی حضور علیہِ الصَّلوٰۃ وَ السَّلام سے ثابت ہے اور اس طریقے سے بیٹھنے میں عورتوں کے لئے آسانی بھی ہے اور اس میں پردے کی رعایت بھی زیادہ ہے اور عورتوں کے لئے زیادہ مناسب وہی طریقہ ہوتا ہے جس میں پردے کی رعایت زیادہ ہو جیسا کہ سجدے کا معاملہ ہے کہ اس میں مردوں کو حکم ہے کہ وہ کہنیاں زمین سے، بازو پہلوؤں سے اور پیٹ رانوں سے دور رکھیں لیکن عورت کو اس کے برخلاف سمٹ کر سجدہ کرنے کا حکم ہے یہی معاملہ بیٹھنے کے متعلق بھی ہے جیسا کہ درج ذیل عبارات سے واضح ہے۔ روایات میں ہے کہ عورتوں کو مردوں کی طرح بیٹھنے سے منع کیا گیا اور پہلے ان کو حکم تھا کہ وہ چار زانو بیٹھیں پھر حکم دیا گیا کہ وہ چار زانو کے بجائے سمٹ کر اور باہم اعضا کو ملا کر بیٹھیں جو کہ تورُّک کا طریقہ ہے چنانچہ مصنف ابنِ ابی شیبہ میں ہے: کن النساء یؤمرن ان یتربعن اذا جلسن فی الصلاۃ، ولا یجلسن جلوس الرجال ترجمہ: عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں چار زانو ہو کر بیٹھیں اور مردوں کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، 303/1) مسندِ ابی حنیفہ میں حضرت نافع سے مروی ہے کہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہ سئل کیف کن النساء یصلین علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال: کن یتربعن، ثم امرن ان یحتفزن ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا گیا کہ عورتیں رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے زمانے میں

کیسے نماز ادا کیا کرتی تھیں تو فرمایا: کہ پہلے وہ چار زانو ہو کر بیٹھا کرتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ سمٹ کر بیٹھیں۔ سمٹ کر بیٹھنے کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور محدث حضرت علامہ علی قاری علیہ رحمۃ اللہ البارِی لکھتے ہیں: ای یضممن اعضاءھن بان یتورکن فی جلوسھن ترجمہ: یعنی عورتیں اپنے اعضا ملا کر رکھیں بایں طور کہ وہ بیٹھنے میں تَوَرُّک کریں (دونوں ٹانگیں ایک طرف نکال کر سرین پر بیٹھیں) (شرح مسند ابی حنیفۃ لملا علی قاری، 191/1) صحاح جوہری میں ہے: وفی الحدیث عن علی رضی اللہ عنہ اذا صلت المراۃ فلتحتفز ای تتضام اذا جلست واذا سجدت ترجمہ: اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیثِ پاک میں ہے: جب عورت نماز پڑھے تو وہ سمٹے۔ یعنی جب وہ بیٹھے اور جب وہ سجدہ کرے تو باہم اعضا ملائے رکھے۔ (الصحاح تاج اللغۃ، 874/3) مصنف ابنِ ابی شیبہ میں ہے: عن ابراھیم، قال: تجلس المراۃ من جانب فی الصلاۃ ترجمہ: حضرت ابراہیم (نخعی) سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: عورت نماز میں ایک جانب ہو کر بیٹھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، 304/1) ہدایہ میں ہے: ان کانت امراۃ جلست علی الیتھا الیسری واخرجت رجلیھا من الجانب الایمن لانہ استرلھا ترجمہ: اگر عورت ہے تو وہ اپنی بائیں سرین پر بیٹھے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب نکال لے کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ پردے والی کیفیت ہے۔ (ہدایہ، 53/1) علامہ کاسانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی لکھتے ہیں: اما المراۃ فانھا تقعد کاستر ما یکون لھا فتجلس متورکۃ عورت اس ہیئت پر بیٹھے جس میں اس کا پردہ زیادہ ہو لٰہذا وہ تورک کی حالت میں بیٹھے۔ (بدائع الصنائع، 211/1) امامِ اہلِ سنّت، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن ایک سوال کے جواب میں ضمناً اس مسئلے پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں (فارسی عبارت کا ترجمہ کچھ یوں ہے): اس کی ایک نظیر مسئلہ قعود ہے کہ اس کے دونوں طریقے نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے منقول ہیں ہمارے علماء نے مردوں کے لئے دایاں پاؤں کھڑا کرنا اور بائیں پر بیٹھنے کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ شاق ہے اور بہتر عمل وہی ہوتا ہے جس میں مشقت ہو اور خواتین کے لئے تورک کا قول کیا کیونکہ اس میں زیادہ ستر اور آسانی ہے اور خواتین کا معاملہ ستر اور آسانی پر مبنی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 149/6)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

آنکھیں بند کرکے نماز پڑھنا کیسا؟

ریفرنس نمبر:HAB-225 تاریخ:07-11-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ دار الافتاء اہلسنت سے ایک فتوی جاری ہوا ہے کہ نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر خشوع حاصل ہوتا ہے تو آنکھیں بند کرکے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ یہ مسئلہ کئی علما سے سنا بھی ہے، لیکن زید کا کہنا ہے کہ یہ درست نہیں، کیونکہ سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جد الممتار میں یہ فرمایا ہے کہ آنکھیں بند کرنے کا مکروہ ہونا صرف قیام کی حالت کے ساتھ خاص ہے۔ باقی ارکان میں مکروہ نہیں ہے۔ براہ کرم اس کی وضاحت فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

دار الافتاء اہلسنت کا فتوی بالکل درست ہے۔ نماز میں آنکھیں بند رکھنا مطلقا مکروہ ہے، البتہ نمازی کو آنکھیں بند رکھنے سے خشوع و خضوع حاصل ہو، تو اس کے لیے آنکھوں کا بند رکھنا بہتر ہے۔

زید نے جد الممتار کی عبارت کو مکمل ذکر نہیں کیا اور نہ ہی امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مختار اور مقصود کو سمجھا۔

والتفصیل ذٰلك:

فقہائے احناف نے نماز میں آنکھوں کے بند رکھنے کے مکروہ ہونے کی مختلف عِلَل بیان کی ہیں۔

1: بعض نے فقط حدیث مبارک پر اقتصار کرتے ہوئے اسے مکروہ قرار دیا۔

2: ایک علت یہ بیان کی گئی کہ چونکہ قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر رکھنا سنت ہے اور آنکھیں بند رکھنے کی وجہ سے اس سنت کا ترک ہو جائے گا اور یہ مکروہ ہے۔

3: جبکہ بعض نے فقہ حدیث کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی علت اس کے خشوع و خضوع کے منافی ہونے کو بیان کیا۔

4: جبکہ اس ممانعت کی ایک علت یہود سے مشابہت کو بیان کیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ردالمحتار میں بیان کردہ علت ''قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر رکھنا۔۔۔ الخ'' پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اس کو پیش نظر رکھا جائے گا تو یہ ممانعت صرف قیام کے ساتھ خاص ہو گی، کیونکہ فقہائے کرام نے سنت صرف قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر کرنے کو قرار دیا ہے، رکوع و سجود قومہ جلسہ وغیرہ میں مختلف مقامات پر نظر رکھنا آداب میں سے شمار کیا گیا ہے اور آداب و مستحبات کا ترک مکروہ نہیں ہوتا، مکروہ قرار دینے کے لیے دلیل درکار ہے اور پھر آپ نے در مختار میں مذکور علت یعنی حدیث کو درست علت قرار دیا۔

اس کے بعد تیسری علت "یعنی خشوع اور خضوع کے منافی ہونا" کو تبیین کے حوالے سے بیان کیا اور اس علت کو دوسری علت سے بہتر قرار دیا اور پھر چوتھی علت حلبی کے حوالے سے ذکر کی اور اسے سب سے زیادہ اظہر قرار دیا۔

اہل علم و افتاء سے یہ بات مخفی نہیں کہ یہ فقط ذکرِ اَقوال ہے، اسے فتوی و مختار نہیں کہا جاتا۔ امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مؤقف وہی ہے جو دار الافتاء اہلسنت کے فتوی میں بیان کیا گیا ہے۔ کما سیأتي نص الإمام اور یہ فقط دوسری علت پر توضیح ہے۔

والتحقیق ذٰلك:

امام طبرانی معاجم ثلاثہ میں اور حافظ ابن عدی رحمہما اللہ تعالی الکامل فی ضعفاء الرجال میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا:”إذا قام أحد كم في الصلاة فلا يغمض عينيه“جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو اپنی آنکھوں کو بند نہ کرے۔ (المعجم الصغير، جلد 1، صفحه 37، حديث 24)

(المعجم الاوسط، جلد 2، صفحه 356، حديث 2218)

(المعجم الكبير، جلد 11، صفحه 34، رقم الحديث 10956)

(الكامل فی ضعفاء الرجال، جلد 9، صفحه 585، رقم 16186، مطبوعات بيروت وضعفه غير واحد من الأئمة)

بدائع الصنائع میں ہے:”ويكره أن يغمض عينيه في الصلاة؛ لما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن تغميض العين في الصلاة؛ ولأن السنة أن يرمي ببصره إلى موضع سجوده وفي التغميض ترك هذه السنة؛ ولأن كل عضو وطرف ذو حظ من هذه العبادة فكذا العين “ترجمہ: نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں آنکھیں بند کرنے سے منع فرمایا ہے اور کیونکہ سنت یہ ہے کہ بندے کی آنکھیں موضع سجود کی طرف ہوں اور آنکھیں بند کرنے سے اس سنت کا ترک لازم آئے گا اور اس لیے کہ ہر عضو اور طرف کے لیے اس عبادت میں سے حصہ ہوتا ہے پس آنکھ بھی ایسے ہی ہے۔

(بدائع الصنائع، جلد 02، صفحه 81، دار الحديث، القاهرة)

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے:”(وتغميض عينيه) للنهي إلا لكمال الخشوع “ترجمہ: اپنی آنکھوں کو بند رکھنا (مکروہ ہے) کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے، سوائے اس صورت کے کہ جب کمال خشوع حاصل ہوتا ہو۔

اس پر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں:”وعلل فی البدائع بان السنة ان یرمی ببصرہ الی موضع سجودہ، وفی التغمیض ترکھا“ترجمہ: بدائع الصنائع میں اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ سنت یہ ہے کہ بندے کی آنکھیں موضع سجود کی طرف ہوں اور آنکھیں بند کرنے سے اس سنت کا ترک لازم آئے گا۔ (ردالمحتار، جلد 02، صفحه 499، مطبوعه کوئٹه)

بدائع میں موجود علت ”سنت کے ترک کی وجہ سے آنکھوں کا بند کرنا مکروہ ہے“ کا تقاضا یہ تھا کہ

یہ کراہت صرف قیام کے ساتھ مخصوص ہو، کیونکہ سنت صرف قیام میں موضع سجود کی طرف دیکھنے کی ہے، باقی ارکان میں فقط استحباب ہے۔

اسی پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ثم هوان ثبت کان مقتصراً علی کراهة التغميض حالة القيام، اما الركوع والسجود والقعود فيندب النظر فيهاالى القدم والارنبة والحضر، ولم يثبت كونه سنة، وانماعدّوه من الآداب، ومايلزم منه ترك فضيلة فلايحكم بكراهته بل لابد لها من دليل خاص، فلعل الوجه ما مشى عليه الشارح رحمه الله تعالى "ترجمہ: پھر وہ ممانعت (نماز کی حالت میں آنکھیں بند کرنے کی) اگر ثابت بھی ہو گی، تو حالت قیام میں آنکھیں بند کرنے کی کراہت (تنزیہی) پر محمول ہو گی، رہی بات رکوع، سجود اور قعود کی، تو ان میں قدم، ناک اور گود میں نظر کرنا مستحب ہے، لیکن یہ سنت سے ثابت نہیں ہے، علمائے کرام نے اس کو محض نماز کے آداب میں سے شمار کیا ہے اور اس سے فقط فضیلت کو چھوڑنا لازم آئے گا، اس پر کراہت کا حکم نہیں لگے گا، بلکہ اس کے لیے دلیل خاص کا ہونا ضروری ہے، شاید مکروہ ہونے کی علت وہی جس کو شارح علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہو۔

(جدالممتار، جلد3، صفحہ400، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

واضح ہو گیا کہ امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز میں مطلقاً آنکھیں بند کرنے کو مکروہ قرار دے رہے ہیں، اس کو قیام دون غیرہ کے ساتھ مختص نہیں فرما رہے۔

اسی بات کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاوی رضویہ میں یوں ارشاد فرمایا: "خادم فقہ جانتا ہے تحصیل مقصود کے لئے بعض مکروہات سے کراہت زائل ہو جاتی ہے، جیسے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اور خشوع یونہی ملتا ہے، تو آنکھیں بند کرنا ہی اَولیٰ۔ كما فى الدر المختار كره تغميض عينيه للنهى الالكمال الخشوع، وفى ردالمختاربان خاف فوت الخشوع بسبب رؤية مايفرق الخاطر فلايكره بل قال بعض العلماء: انه الاولى، وليس ببعيد حلبه وبحر۔ اقول: ولعل التحقيق ان بخشية فوات الخشوع تزول الكراهة وبتحققه يحصل الاستحباب، والله تعالى اعلم (ترجمہ:) جیسا کہ درمختار میں ہے: نہی کی وجہ سے اپنی دونوں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے البتہ اگر (آنکھیں بند کرنے کی وجہ سے) کمال خشوع حاصل ہو (تو مکروہ نہیں) اور ردالمحتار میں ہے: بایں طور

کہ اگر خیال کو بٹانے والی چیزیں دیکھنے کی وجہ سے خشوع کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ نہیں، بلکہ بعض علماء کرام نے فرمایا کہ (اس صورت میں آنکھیں بند کرنا) اَولیٰ ہے اور یہ بعید نہیں ہے۔ حلبہ و بحر (میں اسی طرح ہے)۔ میں کہتا ہوں: شاید تحقیق یہ ہے کہ خشوع کے فوت ہونے کے اندیشے کے سبب کراہت ختم ہو جائے گی اور اگر خشوع حاصل ہو تا ہو، تو پھر اس صورت میں استحباب حاصل ہو جائے گا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔" (فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 156، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اسی اطلاق کو اکثر کتب معتبرہ مثلا: کنز الدقائق صفحہ 176؛ متن المختار، جلد 1، صفحہ 62؛ تحفۃ الملوک، صفحہ 84؛ مواھب الرحمن، صفحہ 179؛ فتاوی قاضی خان، جلد 1، صفحہ 157؛ تحفۃ الفقھاء، جلد 1، صفحہ 142؛ الدرر و الغرر، جلد 1، صفحہ 106 **وغیرہ میں اختیار کیا گیا ہے۔**

نہر الفائق اور بحر الرائق میں اس علت کے اطلاق کے پیش نظر سجدے میں آنکھیں بند رکھنے کی کراہت کو بیان فرمایا ہے۔

نہر الفائق میں ہے: "کرہ تغمیض عینیہ ولو فی السجود کما ھو ظاھر الاطلاق للنھی عن ذالک" ترجمہ: نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اگرچہ بندہ سجدہ میں ہو جیسا کہ حدیث پاک کا ظاہری اطلاق ہے کہ آنکھیں بند کرنے پر نہی وارد ہوئی ہے۔

(النھر الفائق، جلد 01، صفحہ 282، طبع دار الکتب العلمیہ)

اسی طرح بحر الرائق میں ہے: "وظاھر کلامھم أنہ لا یغمض في السجود وقد قال جماعۃ من الصوفیۃ نفعنا اللہ بھم: یفتح عینیہ في السجود لأنھما یسجدان" ترجمہ: فقہائے کرام کے کلام سے ظاہر ہے کہ سجدے میں بھی آنکھیں بند نہ کی جائیں اور صوفیہ کی ایک جماعت نے فرمایا: (اللہ عزوجل ان سے ہمیں نفع عطا فرمائے) کہ سجدے میں اپنی آنکھیں کھلی رکھے، کیونکہ دونوں آنکھیں سجدہ کرتی ہیں۔

(البحر الرائق، جلد 02، صفحہ 45، طبع دار احیاء التراث، بیروت)

نیز اس کی ایک علت خشوع و خضوع کا حصول ہے اور یہ علت بھی تخصیص بالقیام کی نفی کرتی ہے۔

امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں: "ولانہ ینافی الخشوع وفیہ نوع وعبث" ترجمہ: اور کیونکہ یہ (نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے) خشوع کے منافی ہے اور ایک عبث کام

کرنا ہے۔ (تبیین الحقائق، جلد 01، صفحہ 411، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس علت کے حوالے سے لکھتے ہیں: "واحسن منه تعليل الامام الزيلعي (بانه ينافي الخشوع وفيه نوع عبث)" اور اس سے اچھی علت وہ ہے جس کو امام زیلعی علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا: یہ (نماز میں آنکھیں بند کرنا) خشوع کے منافی ہے، اور ایک عبث کام ہے۔

(جد الممتار، جلد 03 صفحہ 400 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

صاحب ہدایہ اپنی تصنیف التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں: "ويكره أن يغمض المصلي عينيه في الصلاة، لانه عادة اليهود" ترجمہ: نمازی کے لئے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ یہودیوں کی عادت ہے۔ (کتاب التجنیس، جلد 1، صفحہ 520، مطبوعہ بیروت)

علامہ شلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تبیین کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: "لأنه تشبه باليهود ذكره في الدراية نقلا عن الفتاوى الظهيرية" ترجمہ: (نماز میں آنکھوں کا بند رکھنا مکروہ) اس لیے ہے کہ یہ یہودیوں کے ساتھ تشبہ ہے، اسے درایہ میں فتاوی ظہیریہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

(حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، جلد 1، صفحہ 164، طبع کوئٹہ)

یہی بات علامہ محمد بن محمد المعروف ابن امیر الحاج الحلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حلبۃ المحلی جلد 2، صفحہ 454 پر ارشاد فرمائی ہے۔

امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس پر فرماتے ہیں: "واظهر من الكل ما في "الحلبي "(انه صنيع اهل الكتاب)" ان تمام عِلَل سے ظاہر علت وہ ہے، جو حلبہ میں بیان فرمائی کہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے۔

(جد الممتار، جلد 03، صفحہ 400، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبــــــــــــــــــــــــــہ
ابو حمزہ محمد حسان عطاری

22 ربیع الآخر 1445ھ / 07 نومبر 2023ء

جس عورت کو سترہ سال کی عمر میں پہلی بار حیض آیا وہ قضا نمازوں کا حساب کس طرح کرے گی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12417

تاریخ اجراء: 24صفر المظفر1444ھ /21ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت کو سترہ سال کی عمر میں دوائیوں کے استعمال کی وجہ سے حیض آنا شروع ہوا، اس سے پہلے کبھی حیض نہیں آیا، تو ایسی عورت اگر قضا نمازیں ادا کرنا چاہتی ہو، تو نمازوں کا حساب کس عمر سے لگائے گی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز فرض ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط بالغ ہونا بھی ہے اور نو سال عمر ہونے کے بعد اگر کسی عورت میں کوئی علامتِ بلوغ مثلاً حیض آنا یا احتلام ہونا وغیرہ ظاہر نہ ہو یہاں تک کہ اس کی عمر اسلامی سال کے اعتبار سے پندرہ سال ہو گئی، تو عمر پندرہ سال ہوتے ہی مفتی بہ قول کے مطابق وہ عورت بالغہ ہو گئی اور اسی وقت سے اس پر نماز بھی فرض ہو گئی۔ اب نماز نہ پڑھنے کی صورت میں ان نمازوں کی قضا لازم ہو گی۔ پوچھی گئی صورت میں جس عورت کو پہلی دفعہ حیض سترہ سال کی عمر میں آیا اور اس سے پہلے کوئی علامتِ بلوغ ظاہر نہیں ہوئی تھی تو اس کے بالغہ ہونے کا حکم سترہ سال کی عمر سے نہیں لگے گا، بلکہ جب اسلامی اعتبار سے اس کی عمر پندرہ سال مکمل ہوئی، اسی وقت سے یہ بالغہ شمار ہو گی اور پندرہ سال عمر ہونے کے بعد جتنی بھی نمازیں ادا نہیں کیں، ان تمام نمازوں کی قضا کا حساب لگا کر ان کو ادا کرنا اس پر لازم ہو گا۔

واضح رہے کہ بلا عذرِ شرعی نماز قضا کر دینا سخت گناہ ہے، لہٰذا قضا نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ لازم ہے کہ سچے دل سے اللہ کریم کی بارگاہ میں توبہ بھی کرے۔

بالغ ہونا نماز فرض ہونے کی ایک شرط ہے۔ اس کے متعلق غرر الاحکام میں ہے: ” شرط لفرضیتھا الاسلام والعقل والبلوغ “یعنی نماز فرض ہونے کے لیے مسلمان ہونا، عاقل ہونا اور بالغ ہونا شرط ہے۔ (غرر الاحکام مع الدرر الحکام، جلد1، صفحہ50، مطبوعہ: کراچی)

اگر نو سے پندرہ سال کے درمیان علامتِ بلوغ ظاہر نہ ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق پندرہ سال عمر ہوتے ہی بلوغت کا حکم ہو گا۔ اس کے متعلق درِ مختار و فتاوی ھندیہ میں ہے: ” بلوغ الغلام بالاحتلام او الاحبال او الانزال والجاریۃ بالاحتلام او الحیض او الحبل کذا فی المختار والسن الذی یحکم ببلوغ الغلام والجاریۃ اذا انتھیا الیہ خمس عشر سنۃ عند ابی یوسف و محمد رحمھما اللہ تعالیٰ وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وعلیہ الفتوی “یعنی لڑکے کی بلوغت احتلام ہو جانے، حمل ٹھہرا دینے یا انزال ہو جانے سے ہوتی ہے اور لڑکی کی بلوغت احتلام ہونے، حیض آنے یا حمل ٹھہر جانے سے ہوتی ہے ایسا ہی مختار میں ہے اور وہ عمر کہ جس تک یہ پہنچیں تو بلوغت کا حکم لگا دیا جائے وہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک پندرہ سال ہے اور یہ امام ابو حنیفہ سے مروی ایک روایت ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ (فتاوی ھندیہ، جلد5، صفحہ61، مطبوعہ: مصر)

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی میں ہے: ” اذ العلامۃ تظھر فی ھذہ المدۃ غالبا فجعلوا المدۃ علامۃ فی حق من لم تظھر لہ العلامۃ “یعنی کیونکہ علامت بلوغ غالب طور پر اس مدت میں ظاہر ہو جاتی ہے، تو فقہا نے مدت کو اس شخص کے حق میں علامت قرار دے دیا، جس میں کوئی علامتِ بلوغ ظاہر نہ ہو۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، صفحہ108، مطبوعہ: بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”عورت کے لئے حدِ صغر 9 سال کی عمر تک ہے، اس سے کم عمر میں جوانی ہرگز نہیں ہو سکتی، اس کے بعد 15 سال کی عمر تک احتمال ہے، اگر آثارِ بلوغ مثلاً حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا پایا جائے، تو بالغہ ہے ورنہ جب 15 سال کامل کی عمر ہو جائے گی، جوانی کا حکم کر دیں گے اگرچہ آثار کچھ ظاہر نہ ہوں۔ بہ قال وعلیہ الفتوی کمافی الدر وغیرہ من الاسفار الغر (یہی کہا اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ در وغیرہ مشہور کتب میں ہے۔ ت)“ (فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ294، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

عمر سے بالغ ہوئی، تو اسی وقت سے نماز اس پر فرض ہو گی اور نہ پڑھنے کی صورت میں قضا لازم ہو گی۔ فتاوی ھندیہ میں ہے: ” الصبیۃ اذا بلغت بالحیض قبل طلوع الفجر لا یلزمھا قضاء العشاء وان بلغت بالسن

تلزمھا العشاء"یعنی لڑکی جب طلوعِ فجر سے پہلے حیض کے ذریعہ بالغ ہوئی، تو اس پر عشا کی قضا لازم نہیں اور اگر عمر کے ساتھ بالغ ہوئی، تو اس پر عشا کی نماز لازم ہے۔(فتاوی ھندیہ ملتقطا، جلد1، صفحہ121، مطبوعہ: مصر)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "عمر سے بالغ ہوئی یعنی اس کی عمر پورے پندرہ سال کی ہوگئی تو جس وقت پورے پندرہ سال کی ہوئی اس وقت کی نماز اس پر فرض ہے" (بہارِ شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ703، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وقارالفتاوی میں سوال ہوا: نماز روزے کی فرضیت (جس کے چھوڑنے کی صورت میں قضا لازم ہو) کس عمر یا مدت سے مستند ہے، سنِ بلوغ کی شرط کی بجائے عمر کی حد تحریر فرمائیں۔

اس کے جواب میں مفتی اعظم پاکستان مفتی وقارالدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "بلوغ علامتوں سے ہوتا ہے۔ مثلاً عورتوں کو حیض آنا اور مردوں کو احتلام ہونا یا اس کی صحبت سے عورت کا حاملہ ہو جانا اور اگر مذکورہ علامتوں میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو پھر عورت اور مرد دونوں کے لئے پندرہ سال حدِ بلوغت ہے" (وقارالفتاوی، جلد2، صفحہ 59، مطبوعہ: بزمِ وقارالدین، کراچی)

بلاعذرِ شرعی نماز قضا کرنا گناہ ہے۔ اس کے متعلق بہارِ شریعت میں ہے: "بلاعذرِ شرعی نماز قضا کر دینا بہت سخت گناہ ہے، اس پر فرض ہے کہ اس کی قضا پڑھے اور سچے دل سے توبہ کرے، توبہ یا حجِ مقبول سے گناہِ تاخیر معاف ہو جائے گا" (بہارِ شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ700، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دوران حمل خون آئے تو نماز کا حکم

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-257

تاریخ اجراء: 14 ربیع الآخر 1443 ھ / 20 نومبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

اگر حاملہ خاتون کو خون آجائے، تو اس کے لئے نماز کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

حاملہ عورت کو اگر دورانِ حمل خون آئے، تو وہ خون حیض نہیں، بلکہ استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہو گا۔ پس جب یہ خون حیض کا نہیں، تو اس کی وجہ سے نماز بھی معاف نہیں ہو گی، بلکہ عام دنوں کی طرح اس دوران بھی عورت پر نماز فرض ہو گی۔ پھر استحاضہ کا خون آنے کی وجہ سے غسل فرض نہیں ہوتا، البتہ یہ خون ناپاک ضرور ہوتا ہے، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جسم یا کپڑوں کے جس حصے پر لگے اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے، لہذا جس جگہ خون لگا ہو، عورت جسم اور کپڑوں کے اس حصے کو پاک کر کے فقط وضو کر کے بھی نماز ادا کر سکتی ہے۔

اور اگر بالفرض حمل ساقط ہونے کی وجہ سے خون آرہا ہو یا استحاضہ کا خون بکثرت آرہا ہو، تو اس حوالے سے تفصیل بیان کر کے وضاحت لے لیجیے۔

نوٹ: بہتا خون نجاستِ غلیظہ ہے اور نجاستِ غلیظہ اگر کپڑے یا بدن پر ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے، بغیر پاک کئے اگر نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہوئی، اس صورت میں کپڑے یا بدن کو پاک کر کے دوبارہ نماز پڑھنا فرض ہے اور کپڑے یا بدن کی ناپاکی کے باوجود جان بوجھ کر نماز پڑھنا سخت گناہ ہے اور اگر نماز کو ہلکا جانتے ہوئے اس طرح نماز پڑھی تو کفر ہے، لیکن ایسا کسی مسلمان سے متصور نہیں۔

نجاستِ غلیظہ اگر درہم کے برابر کپڑے یا بدن پر لگی ہوئی ہو تو اس کا پاک کرنا واجب ہے، اگر بغیر پاک کئے نماز پڑھ لی تو نماز مکروہ تحریمی ہو گی اور ایسی صورت میں کپڑے یا بدن کو پاک کر کے دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے، جان بوجھ کر اس طرح نماز پڑھنی گناہ ہے۔

اور اگر نجاست غلیظہ درہم سے کم کپڑے یا بدن پر لگی ہوئی ہے تو اس کا پاک کرنا سنت ہے، اگر بغیر پاک کئے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی، مگر خلافِ سنت اور ایسی نماز کو دوہرا لینا بہتر ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت فرض نماز کس وقت میں ادا کرے؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی زید مجدہ

فتوی نمبر: Eml:19

تاریخ اجراء: 16ربیع الثانی1442ھ/02دسمبر2020ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت اپنی فرض نماز کب پڑھے گی؟ نماز کے اول وقت میں یا درمیانی وقت میں یا آخری وقت میں؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں پر چونکہ مسجد کی جماعت واجب نہیں ہے، بلکہ لازم ہے کہ گھر میں ہی نماز پڑھیں، اس لئے مسجد کی اذان ہونے کے بعد اپنے گھر میں جب بھی وقت کے اندر نماز پڑھ لیں نماز ہو جائے گی، مگر عورتوں کیلئے فرض نماز ادا کرنے کا مستحب وقت یہ ہے کہ فجر کی نماز اندھیرے میں یعنی اول وقت میں پڑھیں، اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت ختم ہونے کا انتظار کریں، جب مردوں کی جماعت ہو جائے تو اب اپنی فرض نماز ادا کریں۔

بہار شریعت میں ہے: ”عورتوں کیلئے ہمیشہ فجر کی نماز غلس (یعنی اول وقت) میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں، جب جماعت ہو چکے تو پڑھیں۔“ (بہار شریعت جلد1، حصہ3، صفحہ451، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا ٹخنہ نظر آرہا ہو، تو نماز کا حکم

ریفرنس نمبر: Aqs 1434 تاریخ: 25-10-2018

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اسلامی بہنوں کو نماز میں ٹخنے چھپانے کا حکم ہے، تو اگر ان کا ٹخنہ نظر آرہا ہو اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی، تو کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ سائلہ: بنت نعیم (صدر، کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

عورتوں کے لیے ٹخنہ ستر عورت میں داخل ہے یعنی اس کا چھپانا لازمی ہے اور اگر کسی خاتون نے ٹخنہ ظاہر کی ہوئی حالت میں نماز پڑھ لی، تو اس کی نماز ہو جائے گی، کیونکہ صرف ٹخنہ الگ سے پورا عضو نہیں ہے، بلکہ یہ پنڈلی کے ساتھ مل کر مستقل طور پر ایک عضو شمار ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف ٹخنہ اس عضو کی چوتھائی تک نہیں پہنچتا اور عضو کی چوتھائی سے کم اگر نماز میں کھل جائے یا نماز شروع کرتے وقت ہی کھلا ہوا ہو، تو نماز ہو جاتی ہے، اسے معاف قرار دیا گیا ہے۔

اور اگر چھپانے والا ایک عضو چوتھائی کی مقدار نماز شروع کرتے وقت ہی کھلا ہوا ہو، تو نماز شروع ہی نہیں ہوتی اور اگر دورانِ نماز بقدرِ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلا رہا، تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور چوتھائی سے کم میں فساد نہیں، خواتین پر لازم ہے کہ جن اعضاء کو چھپانے کا حکم ہے، انہیں اچھے طریقے سے چھپالیا جائے تاکہ مکمل ستر ہو جائے۔

دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت الگ الگ عضو ہونے کے متعلق علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں "الساقان مع الکعبین" ترجمہ: دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت۔ **(ردالمحتار جلد 2، صفحہ 101، مطبوعہ کوئٹہ)**

صرف ٹخنہ ایک عضو نہ ہونے سے متعلق بحر الرائق میں ہے: "والصحیح ان الکعب لیس بعضو مستقل بل ھو مع الساق عضو واحد" صحیح یہ ہے کہ ٹخنہ ایک مستقل عضو نہیں ہے، بلکہ یہ پنڈلی کے ساتھ مل کر ایک عضو ہے۔"

(بحرالرائق، ج1، ص472، مطبوعہ کوئٹہ)

عضو کا چوتھائی اگر ایک رکن کی مقدار کھل جائے، تو نماز کے فاسد ہونے کے بارے میں درمختار میں ہے: "ویمنع حتی انعقادھا کشف ربع عضو قدر اداء رکن" ترجمہ: کسی عضو کی چوتھائی کا ایک رکن کی مقدار کھلا رہنا نماز کے صحیح ہونے کے لیے مانع ہے حتی کہ اس کے انعقاد یعنی شروع ہونے سے بھی مانع ہے۔

چوتھائی سے کم کھلا رہے، تو نماز فاسد نہ ہونے کے بارے علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "اذا انکشف ربع عضو اقل من

قدر اداء رکن فلا یفسد اتفاقا لان الانکشاف الکثیر فی الزمان القلیل عفو کالانکشاف القلیل فی الزمن الکثیر“
جب چوتھائی حصہ ایک رکن سے کم کی مقدار کھلا رہے تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ زیادہ عضو(یعنی چوتھائی) کا کھلنا تھوڑے وقت (ایک رکن سے کم) کے لیے معاف ہے۔ جیسا کہ تھوڑا کھلنا(چوتھائی سے کم) زیادہ وقت کے لیے بھی معاف ہے۔(یعنی پوری نماز میں بھی کھلا رہا تو معاف ہے۔) (درمختار مع ردالمحتار، ج2، ص100، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:” اگر ایک عضو کی چہارم کھل گئی، اگرچہ بلا قصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا، تو نماز بالاتفاق جاتی رہی۔ اگر صورت مذکورہ میں پورا رکن تو ادا نہ کیا، مگر اتنی دیر گزر گئی، جس میں تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا، تو بھی مذہب مختار پر جاتی رہی۔۔۔ اگر تکبیر تحریمہ اسی حالت میں کہی کہ ایک عضو کی چہارم کھلی ہے، تو نماز سرے سے منعقد ہی نہ ہوگی، اگرچہ تین تسبیحوں کی دیر تک مکشوف نہ رہے۔۔۔ **ان سب صورتوں میں اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے، تو نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے۔**“
(فتاوی رضویہ، ج6، ص30، مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور)

عورتوں کے لیے ستر والے اعضاء کو بیان کرتے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:”(عضو نمبر 28، 27) دونوں پنڈلیاں یعنی زیر زانو سے ٹخنوں تک۔“ (فتاوی رضویہ، ج6، ص41، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاہور)

عورت کے کون کون سے اعضاء ستر عورت میں شامل ہیں، ان کا بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں” دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت “
(بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ484، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری مدنی
15 صفر المظفر 1440ھ/25 اکتوبر 2018ء

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

عورت کو پہلی ولادت پر چالیس دن کے بعد بھی پیلاہٹ نظر آرہی ہو، تو وہ نماز پڑھنا کب سے شروع کرے؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12801

تاریخ اجراء: 26 رمضان المبارک 1444ھ / 17 اپریل 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندہ کے ہاں پہلی ولادت ہوئی ہے لیکن اسے چالیس دن گزرنے کے بعد بھی پیلاہٹ نظر آرہی ہے، تو اس صورت میں ہندہ کے لیے نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ نماز پڑھنا شروع کر دے یا اس خون کے رکنے کا انتظار کرے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نفاس یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد آنے والے خون کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ پوچھی گئی صورت میں ہندہ کو چالیس دن کے بعد آنے والا خون استحاضہ (بیماری کا خون) ہے اور حالتِ استحاضہ میں نماز روزہ معاف نہیں۔ پوچھی گئی صورت میں ہندہ کے لیے حکمِ شرع یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنا شروع کر دے نیز ان زائد دنوں کی جو نمازیں نہیں پڑھیں ان کی قضا کرنا بھی ہندہ کے ذمہ پر لازم ہے۔

یہاں تک تو پوچھے گئے سوال کا جواب تھا کہ صورتِ مسئولہ میں چالیس دن کے بعد آنے والا خون استحاضہ کا ہے۔ البتہ یہ ضرور یاد رہے کہ اگر کسی عورت کو چالیس دن کے بعد آنے والا خون مسلسل جاری ہو جائے تو اب ایسا نہیں ہے کہ وہ خون استحاضہ ہی میں شمار ہوتا رہے گا بلکہ اُس عورت کی سابقہ عادت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایامِ حیض کا تعین کیا جائے گا، جس کی مکمل تفصیل کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے۔

نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیثِ پاک میں حضرتِ سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "کانت النفساء تجلس علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم أربعین یوماً

"یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں نفاس والی عورت چالیس دن (نماز روزہ سے ممانعت کی وجہ سے ان عبادتوں کے بغیر) بیٹھی رہتی۔

مذکورہ بالا حدیثِ مبارک کے تحت امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "وقد أجمع أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، والتابعين، ومن بعدهم على أن النفساء تدع الصلاة أربعين يوما، إلا أن ترى الطهر قبل ذلك، فإنها تغتسل وتصلي **فإذا رأت الدم بعد الأربعين فإن أكثر أهل العلم قالوا: لا تدع الصلاة بعد الأربعين**، وهو قول أكثر الفقهاء، وبه يقول سفيان الثوري، وابن المبارك، والشافعي، وأحمد، وإسحاق "یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام علیہم الرضوان اور ان کے بعد والے اہلِ علم کا اجماع ہے کہ نفاس والی عورت چالیس دن تک نمازیں چھوڑے رہے، سوائے اس صورت کے کہ وہ چالیس دن سے پہلے پاک ہو جائے تو اب غسل کر کے نماز پڑھے۔ پھر اگر وہ عورت چالیس دن کے بعد بھی خون دیکھے تو اکثر اہل علم نے فرمایا کہ چالیس دن کے بعد نمازیں نہیں چھوڑے گی، یہی اکثر فقہاء کا قول ہے، یہی سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق علیہم الرحمہ کا قول ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب الطھارۃ، باب کم تمکث الخ، ج 01، ص 256، مطبوعہ مصر)

چالیس دن سے زائد آنے والا خون استحاضہ کا ہے۔ جیسا کہ المختار میں ہے: "النفاس الدم الخارج عقيب الولادة، ولا حد لأقله، وأكثره أربعون يوماً۔ وإذا جاوز الدم الأربعين ولها عادة، فالزائد عليها استحاضة، فإن لم يكن لها عادة فنفاسها أربعون "یعنی نفاس وہ خون ہے جو ولادت کے بعد نکلے، اس کی کمی کی جانب کوئی حد نہیں اور زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے، خون چالیس دن سے زیادہ ہو جائے اور عورت کی عادت مقرر ہو تو عادت سے زائد خون استحاضہ ہے اور پہلے کوئی عادت نہ ہو تو چالیس دن ہی نفاس کے ہیں۔ (المختار، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 30، مطبوعہ بیروت)

فتاوٰی عالمگیری میں اسی حوالے سے مذکور ہے: "لو رأت الدم بعد أكثر الحيض والنفاس في أقل مدة الطهر فما رأت بعد الأكثر إن كانت مبتدأة وبعد العادة إن كانت معتادة استحاضة "یعنی اگر عورت حیض و نفاس کی اکثر مدت کے بعد کامل طہر سے کم مدت میں خون دیکھے تو اب اگر اس عورت کے ہاں پہلی ولادت ہے تو چالیس دن کے بعد ورنہ عادت والی کے لیے اس کی عادت کے بعد آنے والا خون استحاضہ شمار ہو گا۔ (فتاوٰی عالمگیری، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 38-37، مطبوعہ پشاور)

چالیس سے زائد دن خون آنے کی صورت میں رہ جانے والی نمازوں کو قضا کرنے سے متعلق منہل الواردین میں ہے: "فان جاوز الدم الاربعین فالعادۃ باقیۃ ردت الیھا (والباقی) ای ما زاد علی العادۃ (استحاضۃ فتقضی ما ترکتہ فیہ من الصلاۃ" یعنی اگر خون چالیس دن سے تجاوز کر جائے تو اب اگر وہ عورت عادت والی ہے تو اس خون کو عادت کی طرف پھیر اجائے گا لہٰذا عادت سے زائد دن آنے والا خون استحاضہ کا شمار ہو گا پس اس صورت میں وہ عورت ان دنوں کی رہ جانے والی نمازوں کی قضا کرے گی۔ (مجموعۃ رسائل ابن عابدین، ج01، ص148، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

فتاوٰی رضویہ میں ہے: "**اگر چالیس دن سے زیادہ آیا تو** اس سے پہلے ولادت میں جتنے دن آیا تھا اتنا نفاس ہے اس کے بعد پاک ہو گئی باقی استحاضہ ہے اس کی نمازیں کہ قضا ہوئی ہوں ادا کرے۔ اور **اگر پہلی ولادت ہے تو چالیس دن کامل تک نفاس تھا باقی جو آگے بڑھا استحاضہ ہے اس میں نہا کر نمازیں پڑھے روزے رکھے۔**" (فتاوٰی رضویہ، ج04، ص365، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے: "**کسی کو چالیس 40 دن سے زِیادہ خون آیا تو اگر اس کے پہلی بار بچہ پیدا ہوا ہے** یا یہ یاد نہیں کہ اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے میں کتنے دن خون آیا تھا، **تو چالیس 40 دن رات نِفاس ہے باقی اِستحاضہ۔**" (بہارِ شریعت، ج01، ص377، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا کیپری ٹراؤزر پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1264

تاریخ اجراء: 13 جمادی الثانی 1445ھ / 27 دسمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

آج کل عورتوں میں کیپری ٹراوزر کا رواج ہے، تو تشہد میں بیٹھتے وقت جب پاؤں دائیں طرف نکالتی ہیں، اس وقت گٹے نظر آتے ہیں، ان کو چھپانے کے لئے اگر موزے پہن لئے جائیں، تو کیا ستر عورت ہو جائیگا؟ اور نماز کے علاوہ میں ایسے ٹراوزر پہننے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کیلئے غیر محرم مردوں کے سامنے ایسا چست اور تنگ ٹراوزر پہن کر جانا جس میں اس کی اعضائے جسم کی ہیئت یا رنگت ظاہر ہو، ناجائز و گناہ کا کام ہے، ہاں! اگر ڈھیلا ہے اور اسے پہننے سے اعضائے جسم کی ہیئت یا رنگت ظاہر نہیں ہوتی تو اسے پہن سکتی ہے۔ نیز عورتوں کیلئے ٹخنے ستر عورت میں داخل ہیں یعنی ان کا چھپانا لازمی ہے تاہم اگر ٹخنے کھلا رہنے کی حالت میں نماز پڑھ لی تو ہو جائے گی کہ صرف ٹخنہ الگ سے پورا عضو نہیں ہے، بلکہ ان میں سے ہر ایک پنڈلی کے ساتھ مل کر مستقل طور پر ایک عضو شمار ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف ٹخنہ اس عضو کی چوتھائی تک نہیں پہنچتا اور عضو کی چوتھائی سے کم اگر نماز میں کھل جائے یا نماز شروع کرتے وقت ہی کھلا ہوا ہو، تو نماز درست ہو جاتی ہے تاہم جن اعضاء کو چھپانے کا حکم ہے انہیں اچھے طریقے سے چھپایا جائے تاکہ مکمل ستر ہو جائے۔

صرف ٹخنہ ایک عضو نہ ہونے سے متعلق بحر الرائق میں ہے: "والصحیح ان الکعب لیس بعضو مستقل بل ھو مع الساق عضو واحد" صحیح یہ ہے کہ ٹخنہ ایک مستقل عضو نہیں ہے، بلکہ یہ پنڈلی کے ساتھ مل کر ایک عضو ہے۔" (البحر الرائق، جلد1، صفحہ472، مطبوعہ: کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اگر ایک عضو کی چہارم کھل گئی، اگرچہ بلاقصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا، تو نماز بالاتفاق جاتی رہی۔ اگر صورت

مذکورہ میں پورا رکن تو ادا نہ کیا، مگر اتنی دیر گزر گئی، جس میں تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا، تو بھی مذہب مختار پر جاتی رہی۔ اگر تکبیر تحریمہ اسی حالت میں کہی کہ ایک عضو کی چہارم کھلی ہے، تو نماز سرے سے منعقد ہی نہ ہوگی، اگرچہ تین تسبیحوں کی دیر تک مکشوف نہ رہے۔ ان سب صورتوں میں اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے، تو نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ30، رضافاونڈیشن، لاھور)

عورتوں کے لیے ستر والے اعضاء کو بیان کرتے اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "(عضو نمبر 27،28) دونوں پنڈلیاں یعنی زیر زانو سے ٹخنوں تک۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ41، رضافاونڈیشن، لاھور)

پردے کے بارے سوال جواب میں ہے "سوال: گھر سے باہر نکلتے وقت اسلامی بہنوں کو کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے؟

جواب: شَرعی اجازت کی صُورَت میں گھر سے نکلتے وَقت اسلامی بہن غیر جاذِبِ نظر کپڑے کا ڈِھیلا ڈھالا مدنی بُرقع اَوڑھے، ہاتھوں میں دستانے اور پاؤں میں جُرابیں پہنے۔ مگر دستانوں اور جُرابوں کا کپڑا اتنا باریک نہ ہو کہ کھال کی رنگت جھلکے۔ جہاں کہیں غیر مردوں کی نظر پڑنے کا امکان ہو وہاں چہرے سے نِقاب نہ اٹھائے مَثَلًا اپنے یا کسی کے گھر کی سیڑھی اور گلی مَحلّہ وغیرہ۔ نیچے کی طرف سے بھی اِس طرح بُرقع نہ اٹھائے کہ بدن کے رنگ برنگے کپڑوں پر غیر مردوں کی نظر پڑے۔ واضح رہے کہ عورت کے سر سے لے کر پاؤں کے گِٹّوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصّہ بھی مَثَلًا سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی وغیرہ اجنبی مرد (یعنی جس سے شادی ہمیشہ کیلئے حرام نہ ہو) پر بلا اجازتِ شَرعی ظاہر نہ ہو بلکہ اگر لباس ایسا مَہین یعنی پتلا ہے جس سے بدن کی رنگت جَھلکے یا ایسا چُست ہے کہ کسی عُضْو کی ہَیْئَت (یعنی شکل وصورت یا اُبھار وغیرہ) ظاہِر ہو یا دوپٹّہ اتنا باریک ہے کہ بالوں کی سیاہی چمکے یہ بھی بے پَردَگی ہے۔" (پردے کے بارے میں سوال جواب، صفحہ43/42، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا مرد پونی باندھ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

مجیب: محمد بلال عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1109

تاریخ اجراء: 27صفر المظفر1444ھ/24ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر مرد کے بال لمبے ہو تو کیا وہ پونی باندھ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مرد کا پونی باندھ کر نماز پڑھنا ناجائز و حرام ہے اور اس کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو گی کہ حدیث پاک میں اس سے ممانعت فرمائی گئی ہے، نیز اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت بھی ہے اور عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے پر حدیث پاک میں لعنت فرمائی گئی ہے۔

در مختار میں ہے "(وصلاته مع ۔۔۔عقص شعرہ)" ترجمہ: بالوں کی چوٹی بنا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے "(قوله وعقص شعره إلخ) أي ضفره وفتله، والمراد به أن يجعله على هامته ويشده بصمغ، أو أن يلف ذوائبه حول رأسه كما يفعله النساء في بعض الأوقات، أو يجمع الشعر كله من قبل القفا ويشده بخيط أو خرقة كي لا يصيب الأرض إذا سجد؛ وجميع ذلك مكروه، ولما روى الطبراني «أنه - عليه الصلاة والسلام - نهى أن يصلي الرجل ورأسه معقوص» وأخرج الستة عنه - صلى الله عليه وسلم - «أمرت أن أسجد على سبعة أعضاء، وأن لا أكف شعرا ولا ثوبا»" ترجمہ: (مصنف کا قول: بالوں کی چوٹی بنانا) بالوں کو گوندھنا اور ان کی لِٹ بنانا، اور اس سے مراد یہ ہے کہ بالوں کو سر پر اکٹھا کر کے گوند کے ساتھ باندھ دے، یا بالوں کی مینڈھیوں کو سر کے گرد لپیٹ دے جیسا کہ بعض اوقات عورتیں کرتی ہیں یا تمام بالوں کو گُدی کی جانب سے جمع کر کے دھاگے یا کپڑے کے ٹکڑے کے ساتھ باندھے تاکہ سجدہ کی حالت میں وہ زمین پر نہ لگیں اور یہ تمام صورتیں مکروہ ہیں کیونکہ امام طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اس حالت میں نماز ادا کرے کہ اس نے بالوں کی چوٹی

بنائی ہو،اور صحاح ستہ میں حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں اور بال اور کپڑے کو نہ سمیٹوں۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ،باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا،ج 1،ص 641،642،دار الفکر،بیروت)

بہار شریعت میں ہے "جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور نماز میں جوڑا باندھا، تو فاسد ہو گئی۔" (بہار شریعت،ج 1،حصہ 3،ص 625،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نوٹ: یہ بھی یاد رہے کہ مرد کیلئے کندھوں سے نیچے تک بال بڑھانا بھی ناجائز و حرام اور گناہ ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے،اور حدیثِ مبارک میں عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کی گئی ہے۔اور اس صورت میں بھی نماز مکروہ ہے۔

سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سینہ تک بال رکھنے والے کی امامت اور اس کی پیچھے پڑھی گئی نمازوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: "سینہ تک بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام،اور عورتوں سے تشبہ اور بحکم احادیث صحیحہ کثیرہ معاذاللہ باعث لعنت ہے۔۔۔ حساب کر کے نمازوں کا اعادہ چاہئے اور امام صاحب سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرما کر خود معصیت سے بچیں گے اور اپنی اور، مقتدیوں کی نماز کراہت سے بچائیں گے۔ (فتاوی رضویہ،ج 6،ص 610،611،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورتوں کی جماعت مطلقا مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ

فتوی نمبر: WAT-670

تاریخ اجراء: 28شعبان المعظم 1443ھ /01اپریل 2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ عورتوں کی جماعت مطلقاً مکروہ تحریمی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا کیا جواب دیا جائے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورتوں کا نماز کی جماعت اس طرح کروانا کہ امام بھی عورت ہی ہو شرعاًناجائز و مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ عورتوں کی جماعت میں ان کے امام کا درمیان صف میں کھڑا ہونا بھی مکروہ تحریمی ہے اور مرد امام کی طرح صف سے آگے کھڑا ہونا بھی مکروہ تحریمی گناہ ہے۔ بلکہ مرد امام کی طرح آگے کھڑے ہونے میں زیادہ گناہ ہے۔

مجمع الانھر میں ہے"و کذا یکرہ جماعۃ النساء وحدھن لانہ یلزمھن احدی المحظورین۔ اما قیام وسط النصف، او تقدمہ وھما مکروھان فی حقھن کراھۃ تحریم "ترجمہ: اسی طرح صرف عورتوں کا جماعت قائم کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں دو ممنوع کاموں میں سے کوئی ایک لازمی ہو گا یا تو امام صف میں کھڑا ہو گا یا صف سے آگے ہو گا، اور یہ دونوں عورتوں کے حق میں مکروہ تحریمی ہیں۔ (مجمع الانھر، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ، ج1، ص 164، کوئٹہ)

الدرالمنتقی میں ہے" و کذا یکرہ تحریماً جماعۃ النساء وحدھن بامام منھن "ترجمہ: اسی طرح تنہا عورتوں کی جماعت کہ امام بھی عورت ہو مکروہ تحریمی ہے۔ (الدرالمنتقی علی ھامش مجمع الانھر، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ، ج1، ص164، کوئٹہ)

ردالمحتار میں ہے"انہ اقل کراھیۃ من التقدم "ترجمہ: عورتوں کی جماعت کی صورت میں ان کی امام کا صف میں کھڑا ہونے میں آگے کھڑے ہونے سے کم کراہیت ہے۔ (ردالمحتار، ج2، ص367، کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

مرد اور عورت کی نماز میں فرق کی تفصیل، دلائل اور طریقہ

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1445

تاریخ اجراء: 09 شعبان المعظم 1444ھ/02 مارچ 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے؟ دلائل کے ساتھ جواب دیجئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد اور عورت کی نماز میں ادائیگی کے طریقہ کے حوالے سے کئی چیزوں میں فرق ہے مثلاً عورت تکبیر میں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے گی اور مرد کانوں تک اٹھائے گا، عورت قیام میں ہاتھ سینے پر باندھے گی اور مرد ناف کے نیچے باندھے گا، عورت رکوع میں زیادہ نہیں جھکے گی اور نہ ہی گھٹنوں پر زور دے گی جبکہ مرد خوب جھکے گا اور گھٹنوں پر زور دے گا، عورت سجدے میں زمین سے چمٹ جائے گی جبکہ مرد کی پنڈلیاں زمین سے، رانیں پیٹ سے، اور کہنیاں زمین اور رانوں سے جدا رہیں گی، عورت قعدہ میں تورک کرے گی یعنی اپنے دونوں پاؤں کو اپنے دائیں طرف باہر نکالے گی جبکہ مرد بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے گا اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے گا۔

احادیث مبارکہ میں بھی عورت اور مرد کی نماز کا فرق موجود ہے، چنانچہ صحابی رسول حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یا وائل بن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء أذنیک والمرأۃ تجعل یدیھا حذاء ثدییھا۔" ترجمہ: مجھ سے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: اے وائل بن حجر! جب تم نماز پڑھو تو ہاتھ کانوں تک بلند کرو اور اور عورت اپنے ہاتھوں کو سینے تک اٹھائے۔ (مجمع الزوائد ومنبع الزوائد، جلد2، ص272، دار الفکر، بیروت)

حضرت ابو جحفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "إن علیا رضی اللہ عنہ قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔" ترجمہ: بے شک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نماز کے قیام میں ایک ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر ناف کے نیچے رکھنا سنت سے ثابت ہے۔ (سنن ابو داؤد جلد1 ص118 مکتبہ رحمانیہ، لاھور)

ابوداؤد شریف میں ہی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: "أخذ الكف على الأكف في الصلوٰة تحت السرة۔" ترجمہ: نماز میں ناف کے نیچے ایک ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھنا ہے۔ (سنن ابوداؤد جلد 1 ص 118 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "کتاب المراسیل" میں یزید بن حبیب سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: "أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم مر على امرأتين تصليان، فقال إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى الأرض فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل۔" ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر دو عورتوں پر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت (جسم) کا کچھ حصہ زمین سے ملایا کرو، کیونکہ عورت سجدہ کرنے میں مرد کی طرح نہیں۔ (کتاب المراسیل، باب ماجاء فی من نام عن الصلوٰۃ، ص 8، مطبوعہ افغانستان)

اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: "حدثنا أبو بكر قال حدثنا أبو الأحوص عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي قال إذا سجدت المرأة فلتحتفر ولتضم فخذيها۔" ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: عورت جب سجدہ کرے تو چاہیے کہ زمین کے ساتھ چپک جائے اور اپنی رانوں کو پیٹ کے ساتھ ملالے۔

ایک اور روایت میں ہے: "حدثنا أبو بكر قال نا أبو عبد الرحمن المقرى عن سعيد بن أيوب عن يزيد ابن حبيب عن بكير بن عبد الله بن الأشج عن ابن عباس أنه سئل عن صلاة المرأة فقال تجتمع و تحتفر۔" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: عورت اپنے جسم کو سمیٹے اور زمین کے ساتھ چمٹ کر رہے۔

ایک اور روایت میں ہے: "حدثنا أبو بكر قال نا أبو الأحوص عن مغيرة عن إبراهيم قال إذا سجدت المرأة فلتضم فخذيها ولتضع بطنها عليهما۔" ترجمہ: حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب عورت سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو ملائے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملا کر رکھے۔

ایک اور روایت میں ہے: "حدثنا أبو بكر قال نا جرير عن ليث عن مجاهد أنه كان يكره أن يضع الرجل بطنه على فخذيه إذا سجد كما تضع المرأة۔" ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرد کے لیے یہ مکروہ جانتے تھے کہ وہ سجدے کی حالت میں عورت کی طرح اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملا کر رکھے۔ (مصنف ابن ابی

شیبہ جلد 1 ص 302 مکتبہ امدادیہ ملتان)

اسی میں ایک اور مقام پر ہے: "حدثنا أبو بکر قال نا ابن مبارک عن هشام عن الحسن قال المرأة تضطم فی السجود۔" ترجمہ: امام حسن علیہ الرحمۃ نے فرمایا: عورت سجدوں میں سمٹ جائے۔

اسی میں ہے: "حدثنا أبو بکر قال نا وکیع عن سفیان عن منصور عن إبراهیم قال إذا سجدت المرأة فلتلزق بطنها بفخذها ولا ترفع عجیزتها ولا تجافی کما یجافی الرجل۔" ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ الرحمۃ نے فرمایا: جب عورت سجدہ کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے پیٹ کو اپنی ران سے ملادے اور اپنی سرین نہ اٹھائے اور مردوں کی طرح بازووں کو کروٹوں سے جدا نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد 1 ص 303 مکتبہ امدادیہ ملتان)

نور الایضاح میں ہے: "رفع الیدین للتحریمة حذاء الأذنین للرجل ۔۔۔۔ و رفع الیدین حذاء المنکبین للحرة علی الصحیح لأنه ذراعیها عورة و مبناه علی الستر۔" ترجمہ: تحریمہ کے لیے کانوں کے برابر ہاتھ اٹھانا مرد کے لیے (سنت) ہے۔ اور کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا صحیح مذہب کے مطابق آزاد عورت کے لیے (سنت) ہے۔ اس لیے کہ اس کی کلائیاں بھی عورت ہیں اور اس کی بنا ستر پر ہے۔

اسی میں ہے": ویسن وضع الرجل یده الیمنی علی الیسری تحت سرته لحدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنه ۔۔۔ ویسن وضع المرأة یدیها علی صدرها من غیر تحلیق لأنه أستر لها۔" ترجمہ: اور مرد کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ ناف کے نیچے اپنے ہاتھ اس طرح باندھے کہ اس کا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ہو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حدیث مبارکہ کی وجہ سے ۔۔۔ اور عورت کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ بغیر انگلیوں کا حلقہ بنانے کے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھے کیونکہ اس میں اس کے لیے زیادہ پردہ ہے۔

اسی میں ہے: "ویسن مجافاة الرجل بطنه عن فخذیه، و مرفقیه عن جنبیه، و ذراعیه عن الأرض، و یسن انخفاض المرأة و لزقها بطنها بفخذیها۔" ترجمہ: سجدہ کرتے وقت مرد کے لئے سنت ہے کہ وہ اپنے پیٹ کو رانوں سے، اپنی کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے، اور اپنی کلائیوں کو زمین سے جُدا رکھے جبکہ عورتوں کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ زمین کی طرف سمٹ کر سجدہ کرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملائے رکھے۔ (ملخصا من نور الایضاح معہ حاشیۃ الطحطاوی، ص 256 تا 268 قدیمی کتب خانہ کراچی)

شیخ الاسلام ابو بکر بن علی بن محمد الحدادی علیہ الرحمۃ، اپنی کتاب میں عورت کی قعدہ کی ہیئت کا حکم بیان کرتے ہوئے

ارشاد فرماتے ہیں: "ان کانت امرأۃ جلست علی الیتھا الیسری وأخرجت رجلیھا من الجانب الأیمن لأنہ أستر لھا۔ "ترجمہ: اگر نمازی عورت ہے تو قعدہ میں الٹی سرین پر بیٹھے اور دونوں پاؤں سیدھی طرف نکال دے کیونکہ اس طریقے میں اس کا زیادہ پردہ ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ، جلد 1، ص 65، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "رکوع میں پیٹھ خوب بچھی رکھے یہاں تک کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جائے۔ عورت رکوع میں تھوڑا جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں پیٹھ سیدھی نہ کرے اور گھٹنوں پر زور نہ دے بلکہ محض ہاتھ رکھ دے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی رکھے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کردے۔ عورت سمٹ کر سجدہ کرے ،یعنی بازو کروٹوں سے ملادے، اور پیٹ ران سے، اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے۔ دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا اور دہنا قدم کھڑا رکھنا اور دہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا یہ مرد کے لیے ہے اور عورت دونوں پاؤں دہنی جانب نکال دے اور بائیں سرین پر بیٹھے۔"
(ملخصا از بہار شریعت، جلد 1، حصہ 3، ص 526 تا 530، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز کا وقت شروع ہوتے ہی اذان سے پہلے عورت کا نماز ظہر ادا کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12942

تاریخ اجراء: 20 محرم الحرام1445ھ /08اگست2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد ظہر کی اذان سے پہلے ہی تقریباً 12:45 بجے نمازِ ظہر ادا کرلے، تو کیا اس کی وہ نماز ادا ہو جائے گی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کی درست ادائیگی کے لیے وقت کا پایا جانا ضروری ہے اور ظہر کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے لہذا اگر کوئی عورت ظہر کا وقت شروع ہوتے ہی اذان سے پہلے اول وقت میں ہی نمازِ ظہر ادا کرلے تب بھی اس کی وہ نماز ادا ہو جائے گی۔

البتہ اتنا ضرور ہے کہ عورتوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز ہمیشہ اوّل وقت میں ادا کریں اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مَردوں کی جماعت کے بعد پڑھیں۔

ظہر کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری، کنز الدقائق، بحر الرائق وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے:" والنظم للاول" ووقت الظهر من الزوال إلى بلوغ الظل مثليه سوى الفيء، كذا في الكافي وهو الصحيح "یعنی ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے لے کر سایہ اصلی کے دو مثل ہو جانے تک ہے، جیسا کہ کافی میں ہے اور یہی صحیح ہے۔(الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، ج01، ص51، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے:" وقت ظہر وجمعہ: آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے، کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دوچند ہو جائے۔" (بہار شریعت، ج01، ص449، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فجر کی نماز کے علاوہ باقی نمازوں میں عورتوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں۔ جیسا کہ درِ مختار میں ہے: ”فالتغليس أفضل كمرأة مطلقا، وفي غير الفجر الافضل لها انتظار فراغ الجماعة“ یعنی عورت کے لیے مطلقاً نمازِ فجر میں تغلیس افضل ہے اور فجر کے علاوہ باقی نمازوں میں اس کے لیے افضل یہ ہے کہ مردوں کی جماعت ہو جانے کا انتظار کرے۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 366، مطبوعہ بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے: ”عورتوں کے لیے ہمیشہ فجر کی نماز غلس (یعنی اوّل وقت) میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں، جب جماعت ہو چکے تو پڑھیں۔“ (بہارِ شریعت، ج 01، ص 452، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں عورت کے اگلے مقام سے آواز کے ساتھ ہوا خارج ہو تو نماز اور وضو کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12877

تاریخ اجراء: 02 ذوالحجۃ الحرام 1444ھ/21 جون 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دورانِ نماز عورت کے اگلے مقام سے آواز کے ساتھ ہوا خارج ہو، تو اس صورت میں نماز اور وضو کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صحیح قول کے مطابق مرد یا عورت کے اگلے مقام سے ہوا خارج ہونے کی صورت میں وضو نہیں ٹوٹتا، لہذا دورانِ نماز عورت کے اگلے مقام سے آواز کے ساتھ ہوا خارج ہو جائے، تب بھی اس عورت کی نماز اور وضو نہیں ٹوٹے گا۔

البتہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اگر کسی عورت کی اگلی اور پچھلی شرمگاہ پردہ پھٹنے کے سبب آپس میں مل گئی ہو تو ایسی عورت ہوا خارج ہونے کی صورت میں احتیاطاً وضو کرے، اگرچہ اس بات کا احتمال ہو کہ یہ ہوا عورت کے اگلے مقام سے خارج ہوئی ہے۔

اگلے مقام سے خارج ہونے والی ہوا ناقضِ وضو نہیں۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "**والريح الخارجة من الذكر وفرج المرأة لا تنقض الوضوء على الصحيح** إلا أن تكون المرأة مفضاة فإنه يستحب لها الوضوء، كذا في الجوهرة النيرة" یعنی صحیح قول کے مطابق وہ ریح جو مرد یا عورت کی اگلی شرمگاہ سے خارج ہو ناقضِ وضو نہیں، مگر ایسی عورت جس کے دونوں مقام پردہ پھٹنے کے سبب ایک ہو چکے ہوں اس کے اگلے مقام سے ہوا خارج ہو تو اس کے لیے وضو کرنا مستحب ہے، جیسا کہ جوہرۃ النیرۃ میں مذکور ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 09، مطبوعہ پشاور)

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "**لا خروج (ريح من قبل) غير مفضاة**، أما هي فيندب لها الوضوء، وقيل: يجب، وقيل: لو منتنة" یعنی ایسی عورت کے جس کی آگے اور پیچھے کی شرمگاہ الگ الگ ہو، اس عورت کے

اگلے مقام سے ہوا خارج ہونا، ناقضِ وضو نہیں۔ ہاں! جس عورت کے دونوں مقام ایک ہو چکے ہوں اس کے لیے وضو کرنا مستحب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے لیے وضو کرنا واجب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگلے مقام سے خارج ہونے والی ہوا بدبودار ہو تو وضو کرنا واجب ہے۔

مذکورہ بالا عبارت کے تحت ردالمحتار میں ہے: "(قوله: أما هي إلخ) أي المفضاة: وهي التي اختلط سبيلها: أي مسلك البول والغائط، فيندب لها الوضوء من الريح: وعن محمد يجب احتياطا. وبه أخذ أبو حفص ورجحه في الفتح بأن الغالب في الريح كونها من الدبر: ومن أحكامها أنه لا يحلها الزوج الثاني للأول ما لم تحبل لاحتمال الوطء في الدبر، وأنه لا يحل وطؤها إلا إن أمكن الإتيان في القبل بلا تعد۔ وأما التي اختلط مسلك بولها ووطئها فينبغي أن لا تكون كذلك لأن **الصحيح عدم النقض بالريح الخارجة من الفرج** ولأنه لا يمكن الوطء في مسلك البول أفاده في البحر (قوله: وقيل: لو منتنة) أي لأن نتنها دليل أنها من الدبر. وعبارة الشيخ إسماعيل: وقيل: إن كان مسموعا أو ظهر نتنه فهو حدث وإلا فلا" ترجمہ: "(قوله: أما هي إلخ) مفضاۃ سے مراد وہ عورت ہے کہ جس کے دونوں مقام یعنی کہ پیشاب اور پاخانے کی جگہ ملی ہوئی ہو، ایسی عورت کو ہوا خارج ہونے کی صورت میں وضو کرنا مستحب ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ احتیاطاً اس عورت کے لیے وضو کرنا واجب ہے۔ اسی بات کو ابو حفص نے لیا اور فتح القدیر میں اسے ہی راجح قرار دیا ہے کیونکہ ریح میں غالب یہی ہے کہ وہ دبر سے خارج ہوتی ہے۔ مفضاۃ کے احکام میں سے یہ ہے کہ دوسرا شوہر دبر میں وطی کے احتمال کی وجہ سے پہلے کے لیے حلال نہیں کرتا جب تک کہ وہ حاملہ نہ ہو جائے، مزید یہ کہ اس سے وطی حلال نہیں مگر جبکہ بلا تعدی اگلے مقام میں وطی ممکن ہو۔ بہر حال وہ عورت جس کے وطی اور پیشاب کے مقام مل کر ایک ہو گئے ہوں تو یہ عورت مفضاۃ کی طرح نہیں ہونی چاہیے کیونکہ صحیح قول کے مطابق فرج سے خارج ہونے والی ہوا ناقضِ وضو نہیں اور اس وجہ سے بھی کہ پیشاب کے رستے میں وطی کرنا ممکن نہیں، اس بات کا افادہ صاحبِ بحر نے فرمایا ہے۔ (قوله: وقيل: لو منتنة) کیونکہ اس کا بدبودار ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ دبر سے آئی ہے اور یہ شیخ اسماعیل کی عبارت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ ہوا آواز کے ساتھ خارج ہو یا بدبودار ہو تو حدث ہوگی ورنہ نہیں۔" (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 136، مطبوعہ بیروت)

جدالممتار میں ہے: "اقول دلت المسئلة على أنّه ليس كلّ خارجٍ من أحد السبيلَين ناقضاً مطلقاً ما لم يكن نجساً أو ريحاً منبعثةً عن محلّ النجاسة، **ولو كان الحكم كلّيّاً لنقَضَت الريح الخارجة من**

ذکر أومن فرْج"یعنی میں کہتاہوں مسئلہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ سبیلین میں سے کسی ایک مقام سے خارج ہونے والی چیز مطلقاً ناقضِ وضو نہیں جب تک کہ وہ نجاست یا ایسی ہوا نہ ہو جو محلِ نجاست سے آئی ہو۔ اگر یہ حکم کلی ہو تو ذکر یا فرج سے خارج ہونے والی ہوا سے بھی وضو ٹوٹ جاتا (حالانکہ ایسا نہیں ہے)۔(جدالممتار، کتاب الطھارۃ،ج 01،ص 406، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوٰی رضویہ پہلی جلد کے حاشیے میں ہے:"جس عورت کے دونوں مسلک پردہ پھٹ کر ایک ہو گئے، اسے جو ریح آئے احتیاطاً وضو کرے اگرچہ احتمال ہے کہ یہ ریح فرج سے آئی ہے۔"(فتاوٰی رضویہ مع حاشیۃ،ج 01(ب)،ص 749،رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے:"مرد یا **عورت کے آگے سے ہَوا نکلی** یا پیٹ میں ایسا زخم ہو گیا کہ جِھلّی تک پہنچا،اس سے ہَوا نکلی **تو وُضو نہیں جائے گا۔** عورت کے دونوں مقام پردہ پھَٹ کر ایک ہو گئے اسے جب رِیح آئے اِحْتِیاط یہ ہے کہ وُضو کرے اگرچہ یہ احتمال ہو کہ آگے سے نکلی ہو گی۔"(بہارِ شریعت،ج 01،ص 304،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اذان کے دوران کام کاج کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12292

تاریخ اجراء: 15ذوالحجۃالحرام1443ھ/15جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے وقت بات چیت کر سکتے ہیں یا کوئی کام کاج کر سکتے ہیں؟؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جب اَذان اور اقامت ہو تو اتنی دیر کے لیے بندہ سلام، کلام، تمام کام کاج روک دے اور اَذان کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ دورانِ تلاوت اگر اذان شروع ہو جائے تو تلاوت روک کر اذان کو سنے اور اس کا جواب دے۔ لہذا ممکنہ صورت میں اپنی گفتگو اور کام کاج وغیرہ روک کر زبان سے اذان کا جواب دینے کا پورا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ احادیثِ مبارکہ میں وارد اس کے متعلق فضائل حاصل ہو سکیں۔

البتہ شرعی مسئلہ ذہن نشین رہے کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، لہذا اگر کوئی شخص زبان سے اذان کا جواب نہ دے جب بھی وہ شخص گنہگار نہیں ہو گا۔ نیز بعض رخصت کے مواقع بھی موجود ہیں، جیسا کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق حیض و نفاس والی عورت، خطبہ سننے والے، نماز میں مشغول، جماع، قضائے حاجت، کھانے پینے اور علمِ دین سیکھنے سکھانے میں مشغول افراد پر اذان کا جواب نہیں۔

واضح رہے کہ اذان کا جواب نہ دینا محرومی کا سبب بھی ہے، جیسا کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جو اَذان کے دوران گفتگو میں مشغول رہے تو معاذ اللہ! اس پر خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے، لہذا حتی الامکان اذان کے دوران کام کاج کرنے اور گفتگو وغیرہ کرنے سے بچنے ہی میں عافیت ہے۔

اذان و اقامت کے دوران کسی کام کاج میں مشغول نہ ہوا جائے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے: ”ولا ينبغي أن يتكلم السامع في خلال الأذان والإقامة ولا يشتغل بقراءة القرآن ولا بشيء من الأعمال سوى

الإجابة، ولو كان في القراءة ينبغي أن يقطع ويشتغل بالاستماع والإجابة۔ كذافي البدائع "یعنی سامع اذان اور اقامت کے دوران بات چیت نہ کرے، نہ ہی قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو، نہ ہی اذان کے جواب کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہو۔ اور اگر وہ تلاوت کر رہا ہو تو چاہیے کہ وہ تلاوت روکے اور اذان سننے اور اس کے جواب دینے میں مشغول ہو، جیسا کہ بدائع میں مذکور ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 57، مطبوعہ پشاور)

زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، اس کا ترک گناہ نہیں۔ جیسا کہ بحر الرائق میں ہے: "في فتاوى قاضي خان إجابة المؤذن فضيلة وإن تركها لا يأثم، وأما قوله عليه الصلاة والسلام {من لم يجب الأذان فلا صلاة له} فمعناه الإجابة بالقدم لا باللسان فقط۔۔۔۔ ولا يقرأ السامع ولا يسلم ولا يرد السلام ولا يشتغل بشيء سوى الإجابة ولو كان السامع يقرأ يقطع القراءة ويجيب وقال الحلواني الإجابة بالقدم لا باللسان حتى لو أجاب باللسان ولم يمش إلى المسجد لا يكون مجيباً" یعنی فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اذان کے جواب دینے میں فضیلت ہے اور اگر کوئی شخص اذان کا جواب زبان سے نہ دے تو وہ گنہگار نہیں ہو گا۔ بہر حال سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "جو اذان کا جواب نہ دے تو اس کی کوئی نماز نہیں" اس سے مراد اذان کا جواب قدم سے دینا ہے نہ کہ فقط زبان سے اذان کا جواب دینا۔۔۔۔ سامع اذان کے دوران تلاوت نہ کرے، نہ ہی کسی کو سلام کرے اور نہ ہی سلام کا جواب دے، نہ ہی اذان کے جواب کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہو۔ اور اگر سامع قرآن کی تلاوت کر رہا ہو تو وہ تلاوت روکے اور اذان کا جواب دے۔ امام حلوانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اجابت بالقدم کا حکم ہے نہ کہ فقط اجابت باللسان کا، لہذا اگر کوئی شخص زبان سے اذان کا جواب دے اور چل کر مسجد کی طرف نہ جائے تو اس صورت میں وہ مجیب نہ ہو گا۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 451-450، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

فتاوی شامی میں ہے: "قال الحلواني: ان الاجابة باللسان مندوبة والواجبة هي الاجابة بالقدم۔" یعنی امام حلوانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے البتہ جس پر جماعت واجب ہو اس کے لیے قدم سے جواب دینا یہ واجب ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 80، مطبوعہ کوئٹہ)

کن مواقع پر اذان کا جواب نہیں اس کے متعلق درِ مختار میں ہے: "(من سمع الاذان) ولو جنباً لا حائضاً و نفساء وسامع خطبة وفي صلاة جنازة وجماع، ومستراح واكل وتعليم علم وتعلمه۔" یعنی جو اذان سنے تو اس کا جواب دے اگرچہ وہ جنبی ہو مگر حیض و نفاس والی عورت، خطبہ سننے والا، نمازِ جنازہ میں مشغول، جماع،

قضائے حاجت، کھانے پینے اور علمِ دین سیکھنے سکھانے میں مشغول افراد پر اذان کا جواب نہیں۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص81، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "جنب بھی اَذان کا جواب دے۔ حیض و نفاس والی عورت اور خطبہ سننے والے اور نمازِ جنازہ پڑھنے والے اور جو جماع میں مشغول یا قضائے حاجت میں ہو، ان پر جواب نہیں۔ **جب اَذان ہو، تو اتنی دیر کے لیے سلام کلام اور جواب سلام، تمام اشغال موقوف کر دے یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اَذان کی آواز آئے، تو تلاوت موقوف کر دے اور اَذان کو غور سے سُنے اور جواب دے۔ یوہیں اِقامت میں۔ جو اَذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے، اس پر معاذ اللہ خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے۔**" (بہار شریعت، ج01، ص473، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Darul Ifta AhleSunnat

دارُالافتاءاہلسنّت (دعوتِ اسلامی)

امام کا ہر نماز کے بعد قبلہ سے پِھر کر بیٹھنا کیسا؟

1

ریفرنس نمبر:Har 5620 تاریخ:31-10-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام صاحب ہر فرض نماز کے بعد دائیں جانب رخ کرکے بیٹھتے ہیں اور پھر دعا کرواتے ہیں، اس پر بعض مقتدیوں کو اعتراض ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ حکم صرف فجر وعصر کی نماز کے لیے ہے، اس کے علاوہ بقیہ فرض نمازیں کہ جن میں فرض کے بعد سنن ونوافل پڑھے جاتے ہیں، ان میں رخ پھیرنے کا حکم نہیں ہے۔ کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

امام کا سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رُو اسی حالت پر بیٹھے رہنا مکروہ ہے، اس کے لیے سنت یہ ہے کہ دائیں یا بائیں جانب رخ کرکے بیٹھے یا اگر پیچھے محاذات میں کوئی نماز میں مشغول نہ ہو، تو مقتدیوں کی طرف رخ کرکے بیٹھے۔ احادیث طیبہ میں یہ تینوں طریقے مذکور ہیں، البتہ ان میں افضل یہ ہے کہ دائیں جانب رخ کرکے بیٹھے۔ نیز یہ رخ پھیرنے کا حکم صرف فجر وعصر کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ تمام نمازوں کا یہی حکم ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں امام صاحب کا عمل سنت کے مطابق ہے اور بعض مقتدیوں کا غلط مسئلہ بتاکر اعتراض کرنا درست نہیں۔ ان پر بغیر تحقیق کے غلط مسئلہ بتانے کے گناہ سے توبہ ضروری ہے۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:" واذا فرغ الامام من الصلاۃ، اجمعوا علی انہ لایمکث فی مکانہ مستقبل القبلۃ فی الصلوات کلھا الخ "یعنی جب امام نماز سے فارغ ہو تو فقہائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ وہ تمام نمازوں میں قبلہ رو اپنی جگہ بیٹھا نہ رہے۔ (فتاوی تاتارخانیہ، ج2، ص192، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:" بعدِ سلام (امام کا) قبلہ رو بیٹھا رہنا ہر نماز میں مکروہ ہے، شمال وجنوب ومشرق میں مختار ہے، مگر جب کوئی مسبوق اس کے محاذات میں اگرچہ اخیر صف میں نماز پڑھ رہا ہو، تو مشرق کو یعنی جانبِ مقتدیان منہ نہ کرے، بہر حال پھرنا مطلوب ہے، اگر نہ پھرا اور قبلہ رو بیٹھا رہا، تو مبتلائے کراہت وتارکِ سنت ہو گا۔" (فتاوی رضویہ، ج6، ص205، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: ”سلام کے بعد سنت یہ ہے کہ امام دہنے بائیں کو انحراف کرے اور داہنی طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی مونھ کر کے بیٹھ سکتا ہے، جب کہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو، اگرچہ کسی پچھلی صف میں وہ نماز پڑھتا ہو۔“ (بہار شریعت، ج 1، ص 537، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ظہر، مغرب اور عشاء کی فرض نماز کے بعد رخ پھیر کر دعا مانگنے سے متعلق فتاوی امجدیہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”ان نمازوں میں بھی دائیں بائیں انصراف کر کے دعا مانگنا جائز، بلکہ احادیث کے اطلاق سے یہی ثابت اور سنت ہے، البتہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں مختصر دعا مانگے اور فجر و عصر کے بعد ادعیہ طویلہ و اذکار کثیرہ کی بھی اجازت ہے۔ حلیہ میں تصریح ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنن ہیں ان کے بعد بھی انصراف کرے کہ علت مشترک ہے اور احادیث کے اطلاق سے یہی ثابت۔ ملخصا“ (فتاوی امجدیہ، ج 1، ص 79، مکتبہ رضویہ، آرام باغ روڈ، کراچی)

غلط مسئلہ بیان کرنے سے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ”جھوٹا (یعنی غلط) مسئلہ بیان کرنا، سخت شدید کبیرہ ہے، اگر قصداً ہے تو شریعت پر افتراء ہے اور شریعت پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے۔۔۔ اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ وہ فتوی دے۔ ملخصا“

(فتاوی رضویہ، ج 23، ص 711،712، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

02 ربیع الاول 1441ھ / 31 اکتوبر 2019ء

تشہد میں شہادت کی انگلی اٹھانے کا درست طریقہ

ریفرنس نمبر: Sar 7533 تاریخ: 15-10-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ التحیات میں شہادت کی انگلی اٹھانے کا درست طریقہ کیا ہے اور کیا یہ حدیث پاک سے ثابت ہے؟ نیز ایک حدیث پاک میں ہے "یحرکھا" ، یعنی نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انگلی کو حرکت بھی دیتے تھے، تو اس کا کیا جواب ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

التحیات میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے شہادت کی اُنگلی کے ذریعے اشارہ کرنا سنت ہے اور یہ صحیح احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے، اس کا درست طریقہ یہ ہے کہ جب نمازی التحیات میں کلمہ شہادت (اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ) پر پہنچے، تو دائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی اور ساتھ والی اُنگلی بند کرے، انگوٹھے اور بیچ کی اُنگلی کا حلقہ بنائے اور "لَا" پر شہادت کی اُنگلی اٹھائے اور "اِلَّا" پر رکھ دے اور سب اُنگلیاں پہلے کی طرح سیدھی کر لے یعنی شہادت کی انگلی کو مسلسل حرکت نہ دیتا رہے۔

جہاں تک حضرت وائل بن حُجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت میں مذکور لفظ "یحرّکھا" کی بات ہے، تو اس سے بھی انگلی کو اٹھانے اور اشارہ کرنے کے لیے حرکت دینا مراد ہے، نہ کہ آخرِ نماز تک مسلسل حرکت دیتے رہنا، آخر اشارے کے لیے انگلی کو حرکت ہی دینی ہو گی، بغیر حرکت کے تو اشارہ نہیں ہو سکتا۔ یہی نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عملِ مبارک سے ثابت ہے اور جمہور علماء و فقہائے کرام، امام اعظم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور کثیر محدثینِ عظام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کا بھی یہی موقف ہے۔

تفصیل درج ذیل ہے:

(1) حدیثِ پاک میں "یحرکھا" کا لفظ حرکت دینے کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ یرفعھا اور یشیر کے معنی میں ہے، یعنی نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُنگلی اٹھا کر اشارہ کرتے تھے نہ کہ اس کو ہلاتے رہتے تھے، کیونکہ حرکت دیے بغیر انگلی اٹھانا، ممکن ہی نہیں، نیز یہ معنی مراد لینے سے دونوں احادیث میں مطابقت ہو جائے گی اور تعارض بھی باقی

نہیں رہے گا جو ایسی صورت میں شرعاً مطلوب بھی ہے۔ یونہی امام بیہقی، امام ابن حجر عسقلانی اور علامہ علی قاری حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم نے بیان کیا۔

(2) اور مسلسل حرکت نہ دینے پر یہ بات بھی دلیل ہے کہ اس حدیث پاک میں موجود لفظ "یدعوبھا" کا معنی یہ ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تشہد میں اُنگلی کے ذریعے اللہ پاک کی وحدانیت کا اشارہ کیا، (گویا قول و فعل سے توحید باری تعالیٰ کا اقرار کیا)، جیسا کہ علامہ طیبی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہِ نے بیان کیا، تو جب اس اشارے سے مقصود اللہ پاک کی وحدانیت کو بیان کرنا ہے، تو واحد کے لیے اُنگلی سے ایک دفعہ ہی اشارہ کیا جاتا ہے، نہ کہ بار بار انگلی کو ہلایا جاتا ہے، بلکہ اگر اس کو مسلسل حرکت دی جائے، تو ظاہراً مقصود کی مطابقت کے خلاف ہے کہ واحد کے لیے واحد انگلی سے واحد حرکت ہونی چاہیے نہ کہ متعدد حرکات۔ اِسی وجہ سے "لَا" پر انگلی اٹھا کر "اِلَّا" پر رکھنے کا حکم ہے کہ "لَا" پر انگلی اٹھانے سے غیر خدا کی نفی اور "اِلَّا" پر رکھنے سے اس کی وحدانیت کے اثبات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

(3) اور اگر مان لیا جائے کہ "یحرکھا" سے مراد حرکت دینا ہی ہے، تو بر تقدیرِ تسلیم ہم یہ کہتے ہیں کہ تب بھی حرکت نہ دینے کی روایت کو ترجیح حاصل ہو گی، کیونکہ اُنگلی نہ ہلانے کی حدیث صیغۂ استمرار (کان یشیر ... ولا یحرکھا) کے ساتھ مروی ہے، جس سے مُعتاد عمل کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ یعنی عموماً ایسا ہی کیا کرتے تھے اور اس کو بیان کرنے والے بھی حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ ہیں، جو مدینہ پاک میں ہی رہتے تھے، اکثر صحبتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فیض یاب ہوا کرتے تھے، جبکہ انگلی ہلانے کا ذکر صرف حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیث کے ایک طریق میں ہے (جو زائد بن قدامہ سے ہے)، بقیہ طُرق میں انگلی ہلائے بغیر مطلق اشارہ کرنے کا بیان ہے، نیز آپ مدینے سے دور علاقے سے تعلق رکھتے تھے اور چند بار ہی صحبت سے مشرف ہوئے، آکر دینی تعلیمات سیکھ کر واپس چلے جایا کرتے تھے، تو جو تقویت حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت کو حاصل ہے وہ ان کی روایت کو حاصل نہیں، لہٰذا اس بنیاد پر بھی اُنگلی نہ ہلانے کی روایت ترجیح پائے گی، جیسا کہ رفعِ یدین کے مسئلہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رفعِ یدین نہ کرنے کی روایت کو حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی حدیثِ رفعِ یدین پر ایک وجہِ ترجیح یہی ہے۔

(4) نیز عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ انگلی کو اِدھر اُدھر ہلائے بغیر رکھ دیا جائے، کہ بار بار ہلاتے رہنا خشوع و خضوع سے مانع ہے کہ نگاہ گود میں رکھنی ہوتی ہے اور ران پر رکھی انگلی سے بار بار اشارہ کریں گے، تو توجہ بٹتی رہے گی اور یہ خشوع

کے خلاف ہے۔

تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنے کے بارے میں صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی و دیگر کتبِ صِحَاح و سُنَن میں ہے:" عن عامر بن عبد اللہ بن الزبیر، عن أبیہ، قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا قعد یدعو، وضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی، ویدہ الیسری علی فخذہ الیسری، وأشار بإصبعہ السبابۃ، ووضع إبھامہ علی إصبعہ الوسطی "ترجمہ: حضرت عامر اپنے والد حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب قعدہ میں تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھتے، تو اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر اور اپنا بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور انگوٹھے کو درمیان والی اُنگلی پر رکھتے (یعنی انگوٹھے اور انگلی کا حلقہ بنالیتے)۔

(الصحیح لمسلم، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الجلوس فی الصلاۃ، جلد 1، صفحہ 260، مطبوعہ لاھور)

تشہد میں شہادت کی انگلی کو حرکت نہ دینے کے متعلق سُنَنِ ابی داوٗد، سنن نسائی، سنن کبری للبیہقی، شرح السنۃ للبغوی وغیرہا کتبِ احادیث میں ہے، واللفظ للاول:" عن عبد اللہ بن الزبیر، أنہ ذکر، أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم کان یشیر بأصبعہ إذا دعا، ولا یحرکھا، قال ابن جریج: وزاد عمرو بن دینار، قال: أخبرني عامر، عن أبیہ، أنہ رأی النبي صلی اللہ علیہ وسلم یدعو کذلک "ترجمہ: حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب دعا کرتے (یعنی تشہد میں کلمہ شہادت پر پہنچتے) تو انگلی مبارک سے اشارہ کرتے اور اُنگلی کو بار بار ہلایا نہیں کرتے تھے۔ ابنِ جریج کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن دینار رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے مزید یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے عامر نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق یہ خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس طرح (اُنگلی کو حرکت دیے بغیر) اشارہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب الاشارۃ فی التشھد، جلد 1، صفحہ 150، مطبوعہ لاھور)

حدیث پاک میں مذکور لفظ" ولا یحرّکھا" کے تحت شارحِ مصابیح علامہ حسین بن محمود شیرازی مُظْہِرِی حَنَفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 727ھ) لکھتے ہیں:" اختلف في تحریک الاصبع إذا رفعھا للاشارۃ، الأصح أنہ إذا رفعھا یضعھا من غیر تحریک "ترجمہ: جب نمازی اشارہ کے لیے انگلی اٹھائے، تو انگلی کو حرکت دیتے رہنے کے متعلق اختلاف ہے، اصح قول یہ کہ جب شہادت پر انگلی اٹھائے تو اسے بغیر ہلائے، رکھ دے۔

(المفاتیح شرح المصابیح، جلد 2، صفحہ 158، مطبوعہ دار النور)

محیطِ برہانی، فتاوی تاتارخانیہ، فتح القدیر اور دیگر کتبِ فقہ میں ہے، واللفظ للآخر: "وعن الحلواني يقيم الأصبع عند "لا إله" ويضعها عند "إلا الله" ليكون الرفع للنفي والوضع للاثبات وينبغي أن يكون أطراف الأصابع على حرف الركبة" ترجمہ: امام شمس الائمہ حلوانی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے منقول ہے کہ نمازی لا الہ کے وقت انگلی اٹھائے گا اور الا اللہ پر گرادے گا، تاکہ انگلی اٹھانا نفیِ شریکِ الٰہی کے لیے اور رکھنا اثباتِ وحدانیت کے لیے ہو جائے اور چاہیے کہ انگلیوں کے پورے گھٹنوں کے کنارے پر رکھے۔

(فتح القدير، كتاب الصلاة، باب، جلد1، صفحه 321، مطبوعه كوئٹه)

علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں: "أنها سنة، يرفعها عند النفي ويضعها عند الاثبات، وهو قول أبي حنيفة ومحمد، وكثرت به الآثار والاخبار فالعمل به أولى، فهو صريح في أن المفتى به هو الاشارة بالمسبحة مع عقد الأصابع على الكيفية المذكورة لا مع بسطها فإنه لا إشارة مع البسط عندنا، ولذا قال في منية المصلي: فإن أشار يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى بالابهام ويقيم السبابة" ترجمہ: التحیات میں شہادت کی انگلی اٹھانا سنت ہے، نفی پر اٹھائے اور اثبات یعنی "الا اللہ" پر رکھ دے، یہی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِما کا قول ہے، اِسی پر کثیر احادیث و آثار مروی ہیں ،لہٰذا اِسی پر عمل اولیٰ ہے اور یہ روایات اس بات میں صریح ہیں کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ بقیہ انگلیوں کو بیان کردہ کیفیت کے مطابق بند کرکے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے، نہ کہ ہاتھ کو پھیلا کر، کیونکہ ہمارے نزدیک ہاتھ پھیلا کر اشارہ نہیں کیا جائے گا، اسی وجہ سے منیۃ المصلّی میں کہا: جب اشارہ کرے تو چھوٹی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کرے، انگوٹھے اور درمیان والی انگلی سے حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی کو اٹھائے۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، جلد2، صفحه 266، مطبوعه كوئٹه)

سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت الشاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: "اس (یعنی اشارہ کرنے کے) باب میں احادیث و آثار بکثرت وارد، ہمارے محققین کا بھی مذہبِ صحیح و معتمد علیہ (یہی) ہے، ۔۔۔ علّامہ بدرالدین عینی نے تحفہ سے اس کا استحباب نقل فرمایا اور صاحبِ محیط و ملّا قہستانی نے سنّت کہا۔"

(فتاوىٰ رضويه، جلد6، صفحه 150، مطبوعه رضافاؤنڈیشن، لاهور)

نماز کی سُنَن بیان کرتے ہوئے صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں: "شہادت پر اشارہ کرنا (سنت ہے)، یوں کہ چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو بند کرلے، انگوٹھے اور بیچ کی اُنگلی کا حلقہ

باندھے اور ''لَا'' پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور ''اِلَّا'' پر رکھ دے اور سب اُنگلیاں سیدھی کرلے۔

(بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ530، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیثِ پاک اور اس کے جوابات:

سنن ابو داوٗد اور سنن نسائی میں ہے: ''حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' ثم رفع أصبعه فرأيته يحركها يدعو بها'' ترجمہ: پھر رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی انگلی کو اٹھایا، (راوی فرماتے ہیں) میں نے دیکھا کہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انگلی کو حرکت دے کر اس کے ذریعے اشارہ کیا۔

(سنن نسائی، کتاب السھو، باب قبض الاصابع من الید الیمنی، جلد1، صفحہ187، مطبوعہ کراچی)

پہلے جواب کے جزئیات:

''یحرکھا'' بمعنی یرفعھا ہونے کے متعلق علامہ علی قاری حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1014ھ/1605ء) لکھتے ہیں: '' (يحركها) ظاهره يوافق مذهب الامام مالك، لكنه معارض بما سيأتي أنه لا يحركها ويمكن أن يكون معنى يحركها يرفعها، إذ لا يمكن رفعها بدون تحريكها '' ترجمہ: حدیث پاک کے الفاظ (یحرکھا) بظاہر امامِ مالک رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے مذہب کے موافق ہیں، مگر یہ دوسری حدیث جس میں ''لا یحرکھا'' کے الفاظ ہیں ،اس کے معارض ہے، (لیکن دونوں کے درمیان یوں تطبیق) ممکن ہے کہ انگلی کو حرکت دینے سے مراد یہ ہو کہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُنگلی کو اٹھایا، اس لیے کہ حرکت دیئے بغیر اسے اٹھانا، ممکن ہی نہیں، (لہٰذا اس طرح احادیث میں تعارض بھی نہیں رہے گا)۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب التشھد، جلد2، صفحہ633، مطبوعہ کوئٹہ)

''یحرك'' بمعنی یشیر ہونے کے متعلق امام بیہقی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: '' فيحتمل أن يكون المراد بالتحريك الاشارة بها لا تكرير تحريكها فيكون موافقا لرواية ابن الزبير '' ترجمہ: اس بات کا احتمال ہے کہ انگلی کو حرکت دینے سے مراد اس سے اشارہ کرنا ہو، نہ کہ بار بار ہلانا، لہٰذا یہ مراد لینے سے یہ روایت حضرت ابن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت کے موافق ہو جائے گی (اور کوئی تعارض نہیں رہے گا)۔

(سنن کبری، جلد2، صفحہ189، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور یہی بات امام ابنِ حجر عسقلانی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے "التلخیص الحبیر" میں نقل کی ہے۔
(التلخیص الحبیر، جلد 1، صفحہ 628، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ شامی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ **لکھتے ہیں:** "ثم رفع اصبعہ ای المسبحۃ ورایتہ یحر کھا ای یشیر بھا اشارۃ واحدۃ عند الجمھور وقت الشھادۃ" ترجمہ: پھر نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی کو اٹھایا اور (میں نے حرکت دیتے ہوئے دیکھا) **یعنی جمہور کے نزدیک** اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دفعہ اشارہ کرتے ہوئے دیکھا۔
(رسائل ابن عابدین، رسالۃ رفع التردد في عقد الاصابع عند التشھد، جلد 1، صفحہ 131، مطبوعہ دار عالم الکتب)

دوسرے جواب کے متعلق جزئیات:

یدعو سے اللہ پاک کی وحدانیت کی طرف اشارہ مراد ہونے کے **متعلق شارحِ مشکوٰۃ علامہ طیبی** رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ **لکھتے ہیں:** "یدعو بھا ای یشیر بھا الی وحدانیۃ اللہ تعالیٰ فی حالۃ دعائہ" ترجمہ: **یعنی آپ** صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشہد کی حالت میں شہادت کی انگلی سے اللہ پاک کی وحدانیت کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔
(شرح المشکوٰۃ للطیبی، کتاب الصلاۃ، باب التشھد، جلد 3، صفحہ 1036، مطبوعہ ریاض)

"لَا" پر انگلی اٹھانے سے غیر خدا کی نفی اور اِلَّا پر رکھنے سے اثباتِ وحدانیت کی طرف اشارہ ہونے کے **متعلق** اوپر **محیطِ برہانی، فتاوی تاتارخانیہ** وغیرہا کے حوالے سے جزئیہ نقل کیا جا چکا ہے۔

تیسرے جواب کے متعلق جزئیات:

حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ **کے متعلق امام ابنِ حجر عسقلانی** رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ **لکھتے ہیں:** "وائل ابن حجر الحضرمي صحابي جليل وكان من ملوك اليمن ثم سكن الكوفة ومات في ولاية معاوية" ترجمہ: حضرت وائل بن حجر حضرمی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ جلیل القدر صحابیِ رسول ہیں اور آپ یمن کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، پھر کوفہ میں سکونت پذیر ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہیں وصال فرمایا۔ **(تقریب التہذیب، صفحہ 580، مطبوعہ دار الرشید)**

انگلی ہلانے کا ذکر صرف حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیث کے ایک طریق میں ہونے کے **متعلق امام ابو بکر محمد بن اسحاق خزیمہ نیشاپوری** رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ **لکھتے ہیں:** "ليس في شيء من الأخبار "يحرّ كها

"إلا في هذا الخبر، زائد ذكره" ترجمہ: زائد بن قدامہ کی اس روایت کے علاوہ کسی روایت میں بھی "یحر کہا" کے الفاظ نہیں ہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ، جلد1، صفحہ354، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت)

فقہِ شافعی میں بھی اُنگلی نہ ہلانے کا قول، مختار ہے، چنانچہ امام نووی شافعی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:676ھ) لکھتے ہیں: "ونص الشافعی علی استحباب الاشارۃ للاحادیث السابقۃ قال اصحابنا: ولا یشیر بھا الا مرۃ واحدۃ۔۔۔وھل یحرکھا عند الرفع بالاشارۃ؟ فیہ اوجہ، الصحیح الذی قطع بہ الجمھور انہ لا یحرکھا" ترجمہ: اور امام شافعی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے احادیث کی وجہ سے تشہد میں اشارہ کرنے کے استحباب کی صراحت فرمائی، اور ہمارے اصحابِ شوافع نے فرمایا کہ صرف ایک دفعہ اشارہ کرے گا اور کیا انگلی کو ہلائے گا؟ تو اس میں مختلف اقوال ہیں، اصح وہی ہے جو جمہور علماء نے بیان کیا کہ حرکت نہیں دے گا۔

(المجموع شرح المذھب، جلد3، صفحہ454، مطبوعہ دار الفکر)

اور فقہِ حنبلی کے امام، امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:620ھ) لکھتے ہیں: "ویشیر بالسبابۃ یرفعھا عند ذکر اللہ تعالی فی تشھدہ کما رویناہ ولا یحرکھا، لما روی عبد اللہ بن زبیر ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کان یشیر باصبعہ ولا یحرکھا" ترجمہ: اور تشہد میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی اٹھا کر اس کے ذریعے اشارہ کرے گا اور (مسلسل) حرکت نہیں دے گا، حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیثِ پاک کی وجہ سے کہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انگلی نہیں ہلایا کرتے تھے۔

(المغنی مع الشرح الکبیر، جلد1، صفحہ383، مطبوعہ مکتبۃ القاھرۃ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

08ربیع الاوّل 1443ھ/15اکتوبر 2021ء

حالت حیض میں سجدہ شکر کرنا

فتوی نمبر: WAT-844

تاریخ اجراء: 25شوال المکرم1443ھ /27 مئی2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت حالت حیض میں سجدہ شکر کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورت حالت حیض میں سجدہ شکر ادا نہیں کر سکتی کیونکہ نمازاور تلاوت کے سجدے کی طرح، سجدہ شکر کے لیے بھی طہارت کاملہ شرط ہے(یعنی نہ حدث اصغر ہو اور نہ حدث ہو) جبکہ حیض والی میں یہ شرط مفقود ہوتی ہے لہذا وہ سجدہ شکر نہیں کر سکتی۔ اگر شکر کی ادائیگی کا کوئی موقع بنے تو زبان سے اللہ تعالی کی حمدو ثنا کر کے شکر ادا کر لے۔ اور جب طہارت حاصل ہو تو تب سجدہ شکر ادا کرلے کہ سجدہ شکر بعد میں بھی ادا ہو سکتا ہے۔ فتاوی رضویہ میں حاشیہ میں امام اہلسنت علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:"مقصودہ مشروطہ جیسے نماز و نماز جنازہ و سجدہ تلاوت و سجدہ شکر کہ سب مقصود بالذات ہیں اور سب کے لیے طہارت کاملہ شرط یعنی نہ حدث اکبر ہو نہ اصغر "(فتاوی رضویہ،ج03،ص557،رضا فاونڈیشن،لاہور)

فتاوی رضویہ میں ہے "پانی ہوتے ہوئے سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر یا مس مصحف یاباوجود وسعت وقت نماز پنجگانہ یاجمعہ یاجنب نے تلاوت قرآن کے لیے تیمم کیالغو و باطل وناجائز ہوگا کہ ان میں کوئی بے بدل فوت نہ ہوتا تھا۔"

(فتاوی رضویہ،ج03،ص558،رضافاونڈیشن،لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمدعرفان مدنی عطاری

کیا ساس محرم ہے؟ داماد کے سامنے ساس کی نماز ہوجائے گی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12908

تاریخ اجراء: 26ذوالحجۃ الحرام1444ھ/15جولائی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ بارے میں کہ کیا میری ساس میرے لیے محرم ہے؟ کیا میرے سامنے میری ساس کی نماز ہو سکتی ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

ساس محارم عورتوں میں سے ہے کہ وہ بیوی کی ماں ہے۔ اس کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے، لہذا داماد کا ساس سے پردہ نہیں، داماد کی موجودگی میں ساس نماز پڑھ سکتی ہے۔ البتہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق ساس جوان ہو تو کچھ چیزوں میں احتیاط کی حاجت ہوگی مثلاً ساتھ سفر کرنا، خلوت اختیار کرنا وغیر ذالک۔

داماد کے لیے ساس محرم ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ“ ترجمہ کنزالایمان: (حرام ہوئیں تم پر) عورتوں کی مائیں۔ (پارہ04، سورۃالنساء، آیت نمبر23)

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”(القسم الثاني المحرمات بالصهرية) وهي أربع فرق: (الأولى) أمهات الزوجات وجداتهن من قبل الأب والأم وإن علون“ یعنی محرمات کی دوسری قسم سسرالی رشتے سے محارم عورتیں ہیں اور یہ چار گروہ ہیں۔ ان میں سے پہلی بیویوں کی باپ اور ماں کی جانب سے مائیں اور ان کی دادیاں ہیں اگر چہ یہ اوپر تک ہوں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب النکاح، ج01، ص274، دارالفکر، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”ساس پر داماد مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس کی بیٹی کی رخصت نہ ہوئی ہو اور قبل رخصت مر گئی ہو، قال اللہ تعالی: وامھات نسائکم (اور تمھاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں)۔“ (فتاوی رضویہ، ج11، ص439، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لیے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص312، رضافاؤنڈیشن لاہور)

جوان ساس سے پردہ کرنا مناسب ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی رضویہ میں ہے: "علاقہ صہر ہو جیسے خسر، ساس، داماد، بہو، ان سب سے نہ پردہ واجب نہ نادرست ہے، کرنا نہ کرنا دونوں جائز اور بحالت جوانی یا احتمال فتنہ پردہ کرنا ہی مناسب۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص235، رضافاؤنڈیشن لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "علماء نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ مناسب ہے۔ یہی حکم خسر اور بہو کا (ہے)۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص240، رضافاؤنڈیشن لاہور)

مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ: "ساس اپنے داماد سے اور بہو اپنے خسر سے پردہ کرے یا نہیں؟" فتاوٰی فیض الرسول میں ہے: "جوان ساس کو اپنے داماد سے پردہ مناسب ہے یہی حکم خسر اور بہو کا بھی ہے۔" (فتاوی فیض رسول، ج02، صفحہ 558-559، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

وضو وغسل کے بعد معلوم ہوا کہ نیل پالش لگی رہ گئی، تو جو نماز پڑھی اس کا حکم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 61

تاریخ اجراء: 18 ذوالحجۃ الحرام 1442ھ 29 جولائی 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کسی اسلامی بہن نے ناخن پالش لگائی ہوئی تھی، اسے اپنی طرف سے صاف کر کے وضو یا غسل کیا اور نماز بھی پڑھ لی، پھر توجہ گئی، تو معلوم ہوا کہ ناخن پالش صحیح طور پر نہیں اتری تھی، جس وجہ سے پانی ناخن تک نہیں پہنچا، تو اس صورت میں اُس پڑھی گئی نماز کا کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں وہ نماز ادا ہو گئی۔ اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر جسم پر کوئی ایسی چیز لگی ہو کہ جس کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی ہو اور اسے تکلیف اور ضرر کے بغیر اتارنا ممکن ہو، لیکن اس کی دیکھ بھال کرنے، اس کے لگے ہونے یا نہ لگے ہونے پر مسلسل توجہ رکھنے، اس سے بچنے اور احتیاط کرنے میں حرج واقع ہوتا ہو جیسے سرمے کا جِرم (تہہ)، پکانے و گوندھنے والوں کے لئے آٹا، کاتب یعنی لکھنے والے کے لئے سیاہی کا جرم اور عورتوں کے لئے مہندی کا جرم وغیرہ (چونکہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ یا تو ہر آدمی کو یا بعض مخصوص افراد کو عموماً یا خصوصاً ان چیزوں سے واسطہ رہتا ہے اور ان سے بچنے یا مکمل طور پر ان کی نگہداشت رکھنے میں حرج ہے) تو حکم یہ ہے کہ اگر ایسی کوئی چیز جسم پر لگی رہ گئی اور آدمی کو پتا نہ چلا، تو اس کا وضو یا غسل ہو جائے گا اور نماز پڑھ لی، تو وہ بھی ہو گئی۔

پھر ایسی چیزوں کے جسم پر لگے رہنے کے باوجود وضو و غسل ہو جانے کی اصل علت حرج ہے، جہاں بھی حرج پایا جائے گا، وہاں رخصت والا معاملہ ہو گا، یہاں یہ ضروری نہیں کہ اس چیز سے ہر روز واسطہ پڑتا ہو، بلکہ اگر وقفے وقفے سے اس سے واسطہ پڑتا ہو، لیکن اس کی نگہداشت اور دیکھ بھال میں حرج ہے، تو اس کے بھی جسم پر لگے ہونے کے باوجود وضو و غسل ہو جائے گا جیسے عورتوں کے حق میں مہندی اور عام لوگوں کے لئے سرمے کے جِرم کا معاملہ ہے کہ

عورتیں ہر روز مہندی استعمال نہیں کرتی، بلکہ وقفے وقفے سے کرتی ہیں، یونہی عام لوگ ہر روز سرمہ استعمال نہیں کرتے، لیکن اس کے باوجود شریعت نے انہیں ان چیزوں کے جرم کے معاملے میں رخصت دی ہے۔

ہاں اگر وضو سے پہلے ہی معلوم ہو گیا کہ ان میں سے کوئی چیز لگی ہوئی ہے یا وضو کر کے نماز پڑھ لی، بعد میں معلوم ہوا، تو اب چھڑانا واجب ہے، یعنی اب اُسے چھڑائے اور دھوئے بغیر وضو و غسل کریں گے، تو وضو و غسل نہ ہو گا اور ایسے وضو و غسل کے بعد اگر نماز پڑھیں گے، تو وہ نماز نہ ہو گی، کیونکہ رخصت محض بچنے اور نگہداشت میں حرج کی وجہ سے تھی، لیکن جب اس کا لگا ہونا معلوم ہو گیا اور اس کے چھڑانے میں ضرر و تکلیف بھی نہیں، تو اب وہ رخصت نہ رہی۔

اب اس تفصیل سے پوچھی گئی صورت کا حکم بھی واضح ہو گیا اور وہ یہ کہ خواتین عام طور پر بطورِ زینت ناخن پالش استعمال کرتی ہیں اور اس کی نگہداشت اور دیکھ بھال کرنے میں بھی ضرور حرج پایا جاتا ہے، لہٰذا اس میں بھی رخصت و آسانی والا معاملہ ہو گا، یعنی اگر اسے ناخن پالش کا جِرم لگے ہونے کا علم نہیں تھا اور اُس نے اسی طرح وضو یا غسل کر کے نماز ادا کر لی، تو وہ ادا ہو گئی۔ البتہ پتہ چل جانے کے بعد اسے چھڑانے میں ضرر و تکلیف نہ ہو، تو وضو و غسل کے لئے اسے چھڑانا اور اس جگہ کو دھونا فرض ہو گا۔

نوٹ: یاد رہے کہ ناخن پالش یا ایسی کوئی چیز کہ جسے دھونے کے بعد بھی اس کا جِرم جسم پہ باقی رہ جائے اور اس وجہ سے پانی جلد تک نہ پہنچنے پائے، تو جب تک اس کا جِرم باقی رہے گا، وضو و غسل نہیں ہو گا، جبکہ اسے اتارنا ممکن ہو اور اگر اتارنا ممکن نہیں یا اتارنے میں حرجِ شدید ہو، تو اس جِرم کو اتارے بغیر وضو و غسل تو ہو جائے گا، لیکن اپنے قصد (ارادے) سے ایسی حالت پیدا کرنا، ناجائز و گناہ ہے، جو وضو و غسل اور فرض یا واجب عبادات کو اپنی شرائط کے ساتھ پورا کرنے میں رکاوٹ بنے جیسا کہ منہ سے بدبو آرہی ہو، تو یہ جماعت ترک کرنے کا عذر ہے، لیکن جماعت کے قریب وقت میں قصداً ایسی چیز کھانا کہ جس کی وجہ سے منہ بدبودار ہو جائے، تو قصداً ایسی حالت پیدا کرنے کی وجہ سے گناہ ہو گا۔

شرعی طور پر کہیں حرج ہو، تو حرج کو دور کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ ترجمہ کنزالایمان: تم پر دین میں کوئی تنگی (حرج) نہ رکھی۔ (پارہ 17، سورۃ الحج، آیت 78)

کشف الاسرار شرح اصول البزدوی میں ہے: "ان اللہ تعالیٰ کما لم یکلف بما لیس فی الوسع لم یکلف بما فیہ الحرج قال اللہ تعالیٰ ﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾" ترجمہ: بیشک جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا

مکلف نہیں بنایا کہ جس کی طاقت نہ ہو، اسی طرح جس میں حرج ہو، اس کا مکلف بھی نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ ترجمہ: تم پر دین میں کوئی تنگی (حرج) نہ رکھی۔" (کشف الاسرار، 4، ص 30، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

اصول السرخسی میں ہے: "ان الحرج مدفوع بالنص" ترجمہ: نص (قرآنی آیت) سے ثابت ہے کہ حرج کو دور کیا جائے گا۔ (اصول السرخسی، ج 2، ص 203، دار المعرفۃ، بیروت)

جن چیزوں کی نگہداشت میں حرج ہے، ان کے جسم پر لگے ہونے کے باوجود وضو و غسل ہو جائے گا۔ در مختار اور اس کی شرح رد المحتار میں ہے: (بین القوسین مزیدا من رد المحتار): "ولا یمنع الطھارۃ ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ (لان الاحتراز عنہ غیر ممکن) وحناء ولو جرمہ، بہ یفتی (صرح بہ فی المنیۃ عن الذخیرۃ فی مسئلۃ الحناء والطین والدرن معللا بالضرورۃ)۔۔ ولا یمنع ما علی ظفر صباغ" ترجمہ: مکھی یا پسّو کی بیٹ کہ جس کے نیچے پانی نہ پہنچے، طہارت سے مانع نہیں، کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں اور مہندی بھی طہارت سے مانع نہیں ہے اگرچہ اس کا جرم لگا ہو، اسی پر فتوی ہے۔ منیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے مہندی، گارے اور میل کے مسئلے میں ضرورت کو علت قرار دیتے ہوئے اس کی صراحت کی گئی ہے۔۔ اور رنگریز کے ناخن پر جو جرم لگا ہوتا ہے وہ بھی طہارت سے مانع نہیں۔ (در مختار مع رد المحتار، ج 1، ص 116 تا 117، مطبوعہ پشاور)

"وحناء ولو جرمہ، بہ یفتی" کے تحت جد الممتار میں ہے: "وبہ یظھر حکم بعض اجزاء کحل تخرج فی النوم وتلتصق ببعض الجفون او تستقر فی بعض المآقی وربما تمر الید علیھا فی الوضوء والغسل ولا یعلم بھا اصلاً، فلا یکفی فیہ التعاھد المعتاد ایضاً، الا بتیقظ خاص وتفحّص مخصوص، فذلک کجرم الحناء، لا بالقیاس، بل بدلالۃ النص، فان الحاجۃ الی الکحل اشد واکثر من الحاجۃ الی الحناء" ترجمہ: اس سے سرمہ کے ان اجزاء کا حکم ظاہر ہو جاتا ہے جو سونے کی حالت میں نکل کر پلکوں میں چپک جاتے ہیں یا آنکھ کے کوئے میں ٹھہر جاتے ہیں اور بسا اوقات وضو و غسل میں ان پر ہاتھ پھرتا ہے اور ان کا بالکل بھی پتہ نہیں چلتا، کیونکہ اس معاملہ میں خاص دھیان اور مخصوص جستجو کیے بغیر نارمل توجہ کافی نہیں ہوتی، پس یہ مہندی کے جرم کی طرح ہیں، قیاس کی وجہ سے نہیں، بلکہ دلالۃ النص کی وجہ سے، کیونکہ سرمہ کی حاجت مہندی کی بنسبت زیادہ شدت و کثرت سے ہوتی ہے۔ (جد الممتار، ج 1، ص 453، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ''جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کے ملاحظہ واحتیاط میں حرج ہے، اس کا ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کہیں لگا رہ جانا اگرچہ جرم دار ہو اگرچہ پانی اس کے نیچے نہ پہنچ سکے جیسے پکانے، گوندھنے والوں کے لئے آٹا، رنگریز کے لئے رنگ کا جرم، عورات کے لئے مہندی کا جرم، کاتب کے لئے روشنائی، مزدور کے لئے گارا، مٹی، عام لوگوں کے لئے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جرم، بدن کا میل، مٹی، غبار، مکھی، مچھر کی بیٹ وغیرہ، کہ ان کا رہ جانا فرض اعتقادی کی ادا کو مانع نہیں (یعنی وضو وغسل ہو جائے گا)۔'' (فتاوی رضویہ، ج1، ص203، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

البتہ معلوم ہو جانے کے بعد اُس کے جرم (تہہ) کو اتارنا اور دھونا ضروری ہے۔ چنانچہ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ''حرج کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ وہاں پانی پہنچانے میں مضرت ہو، جیسے آنکھ کے اندر۔ دوم مشقت ہو، جیسے عورت کی گندھی ہوئی چوٹی۔ سوم بعد علم واطلاع کوئی ضرر و مشقت تو نہیں، مگر اس کی نگہداشت، اس کی دیکھ بھال میں دقت ہے، جیسے مکھی، مچھر کی بیٹ یا الجھا ہوا گرہ کھایا ہوا بال۔ قسم اول و دوم کی معافی تو ظاہر اور قسم سوم میں بعد اطلاع ازالہ مانع ضرور ہے، مثلاً جہاں مذکورہ صورتوں میں مہندی، سرمہ، آٹا، روشنائی، رنگ، بیٹ وغیرہ سے کوئی چیز جمی ہوئی دیکھ پائی، تو اب یہ نہ ہو کہ اُسے یوں ہی رہنے دے اور پانی اوپر سے بہا دے، بلکہ چھڑا لے کہ آخر ازالہ میں تو کوئی حرج تھا ہی نہیں، تعاہد میں تھا، بعد اطلاع اس کی حاجت نہ رہی'' ومن المعلوم ان ما کان لضرورۃ تقدر بقدرھا'' ترجمہ: اور یہ بات معلوم ہے کہ جو چیز ضرورت کی وجہ سے ثابت ہو، وہ بقدرِ ضرورت ہی ہوتی ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج1، ص455، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اپنے قصد سے ایسی حالت پیدا کرنا، ناجائز وگناہ ہے، جو وضو وغسل اور فرض یا واجب عبادات کو اپنی شرائط کے ساتھ پورا کرنے میں رکاوٹ بنے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''ان اکل ھذہ الاشیاء عذر فی التخلف عن الجماعۃ۔۔اقول: کونہ یعذر بذلک ینبغی تقییدہ بما اذا اکل ذلک بعذر او اکل ناسیا قرب دخول وقت الصلاۃ لئلا یکون مباشر الما یقطعہ عن الجماعۃ بصنعہ'' ترجمہ: ان اشیاء (لہسن یا پیاز وغیرہ) کا کھانا ترکِ جماعت کا عذر ہے۔۔ میں (علامہ شامی) کہتا ہوں: اس عذر کو اس قید کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب وہ کسی عذر سے یا نماز کا وقت داخل ہونے کے قریب بھول کر یہ چیزیں کھالے (تو اس کے لیے ترکِ جماعت کا عذر ہے) تاکہ اپنے فعل سے ترک جماعت کا مرتکب نہ بنے۔ (ردالمحتار، ج2، ص526، مطبوعہ پشاور)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”رائحہ کریہہ کے ساتھ مسجد میں جانا، جائز نہیں۔۔۔اگر حقہ سے منہ کی بو متغیر ہو، بے کلی کئے منہ صاف کئے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، اسی قدر سے خود حقہ پر حکم ممانعت نہیں جیسے کچا لہسن، پیاز کھانا کہ بلاشبہ حلال ہے اور اسے کھا کر جب تک بو زائل نہ ہو مسجد میں جانا ممنوع، مگر جو حقہ ایسا کثیف و بے اہتمام ہو کہ معاذاللہ تغیرِ باقی پیدا کرے کہ وقتِ جماعت تک بو زائل نہ ہو، تو قربِ جماعت میں اس کا پینا شرعاً ناجائز کہ اب وہ ترکِ جماعت و ترکِ سجدہ یا بدبو کے ساتھ دخولِ مسجد کا موجب ہو گا اور یہ ممنوع و ناجائز ہیں اور ہر مباح فی نفسہ کہ امرِ ممنوع کی طرف مؤدی ہو، ممنوع و ناروا۔“ (فتاوی رضویہ، ج25، ص94، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

منہ بند کرکے صرف دل میں ہی قراءت کرنے سے نماز کا حکم

ریفرنس نمبر:sar7118 تاریخ:10-11-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نماز میں منہ بند کر کے صرف دل میں ہی قراءت کرنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

یہ نہایت اہم مسئلہ ہے اور لوگوں کی بہت بڑی تعداد اس سے غافل ہے۔ حکم شرعی واضح ہے کہ قراءت نماز کا فرض ہے اور اس فرض قراءت کے لیے زبان سے حروف کی صحیح ادائیگی کے ساتھ ساتھ اتنی آواز کا ہونا ضروری ہے کہ کسی مانع (مثلاشوروغل وغیرہ) کے بغیر پڑھنے والا خود وہ آواز سن سکے، اس سے کم آواز سے یا دل میں سوچ بچار کرنے کو قراءت نہیں کہا جائے گا۔

لہٰذا اگر کوئی زبان کی بجائے صرف دل میں ہی پڑھتا رہا، تو قراءت کا فرض چھوٹ جانے کی وجہ سے اس کی نماز نہیں ہو گی، اسی طرح اگر زبان سے تو پڑھا، مگر اتنی کم آواز سے کہ کسی مانع (مثلاشوروغل وغیرہ) کے بغیر بھی اس کی آواز اپنے کانوں تک سنائی نہ دی، تو اصح مذہب میں اس کی بھی نماز نہیں ہو گی۔

قراءت کے بارے میں مبسوط سرخسی میں ہے:"وحد القراءۃ۔۔۔ان یصحح الحروف بلسانہ علی وجہ یسمع من نفسہ او یسمع منہ من قرب اذنہ من فیہ، فاما مادون ذلک فیکون تفکرا او مجمجۃ لا قراءۃ"ترجمہ:اور قراءت کی تعریف یہ ہے کہ زبان سے اس طرح حروف کی صحیح ادائیگی ہو کہ وہ خود سن لے یا جو اس کے منہ کے قریب کان کرے، تو وہ سن لے، بہر حال اس سے کم آواز تفکر (یعنی سوچ بچار) اور منہ میں ہی کچھ کہنا یعنی بڑبڑاہٹ تو ہو گی، مگر قراءت نہیں ہو گی۔

(المبسوط للسرخسی، کتاب الصلاۃ، کیفیۃ الدخول فی الصلاۃ، جلد1، صفحہ101، مطبوعہ کوئٹہ)

اسی بارے میں محیط برہانی اور الجوہرۃ النیرۃ میں ہے:"واللفظ للثانی "وقال الھندوانی الجھر ان یسمع غیرہ والمخافتۃ ان یسمع نفسہ وھو الصحیح، لان مجرد حرکۃ اللسان لا یسمی قراءۃ دون الصوت" ترجمہ:امام ہندوانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: جہر یہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا بھی سن لے اور سر (یعنی آہستہ پڑھنا) یہ ہے کہ خود سن

سکے اور یہی صحیح ہے، کیونکہ بغیر آواز کے صرف زبان کو حرکت دینے کا نام قراءت نہیں ہے۔

(الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، جلد1، صفحه66، مطبوعه كوئٹه)

اگر اتنی کم آواز سے پڑھا کہ اپنے کانوں کو آواز نہ آئی، تو اصح قول میں نماز نہ ہوئی، چنانچہ در مختار میں ہے: "(و) ادنی (الجهر اسماع غيره و) ادنى (المخافتة اسماع نفسه) ومن بقربه، فلو سمع رجل اورجلان فليس بجهر، والجهران يسمع الكل "خلاصة" (ويجرى ذلک) المذکور (فی کل ما يتعلق بنطق، کتسمية على ذبيحة ووجوب سجدة تلاوة وعتاق وطلاق واستثناء) وغيرها، فلو طلق اواستثنى ولم يسمع نفسه لم يصح فى الاصح" ترجمہ: جہری قراءت کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ دوسرا سن لے اور سری قراءت کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ خود سن لے اور جو اس کے قریب ہے، لہذا اگر ایک یا دو افراد نے سنا، تو یہ جہر نہیں ہے، جہر یہ ہے کہ تمام افراد سنیں، خلاصہ، اور اسی پر وہ تمام احکام لاگو ہوں گے، جو بولنے سے متعلق ہیں، جیسے ذبح میں تسمیہ اور سجدہ تلاوت کا واجب ہونا، طلاق، عتاق اور استثناء اور اس کے علاوہ، لہذا اگر طلاق دی یا استثناء کیا اور خود نہ سنا، تو اصح مذہب میں استثناء درست نہ ہوا۔

(درمختار، کتاب الصلاه، فصل فی القراءة، جلد2، صفحه308تا309، مطبوعه کوئٹه)

قراءت کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ہے: "نماز میں قراءت ایسی پڑھی کہ اپنے کان تک (آواز) نہ آئے، وہ قراءت نہ ٹھہرے گی اور اصح مذہب پر نماز نہ ہوگی، بہت لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں۔"

(فتاوی رضويه، جلد10، صفحه785، رضافاؤنڈیشن، لاهور)

اسی بارے میں بہار شریعت میں ہے: "قراءت اس کا نام ہے کہ تمام حروف مخارج سے ادا کیے جائیں کہ ہر حرف غیر سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے اور آہستہ پڑھنے میں بھی اتنا ہونا ضرور ہے کہ خود سنے، اگر حروف کی تصحیح تو کی، مگر اس قدر آہستہ کہ خود نہ سنا اور کوئی مانع، مثلاً شور و غل یا ثقل سماعت بھی نہیں، تو نماز نہ ہوئی۔"

(بهارشريعت، جلد1، صفحه511تا512، مكتبة المدينه، كراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــه

مفتی محمد قاسم عطاری

23ربیع الاول1442ھ/10نومبر2020

حیض کی حالت میں اذان کا جواب دینا کیسا؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شعبان المعظم 1442ھ اپریل

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حیض کی حالت میں عورت اذان کا جواب دے سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی ہاں! جیسا کہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃُ اللہِ علیہ حیض و نفاس والی عورت کے متعلقہ احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ایسی عورت کو اذان کا جواب دینا جائز ہے۔

(بہارِ شریعت، 379/2)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نمازی کا اعضائے ستر میں سے کسی ایک عضو کو قصداً چوتھائی سے کم کھولے رکھنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12804

تاریخ اجراء: 29 رمضان المبارک 1444ھ / 20 اپریل 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نمازی قصداً اعضائے ستر میں سے کسی ایک عضو کو چوتھائی حصے سے کم کھلا رکھے، تو اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اعضائے ستر میں سے کوئی ایک عضو چوتھائی حصے سے کم ظاہر ہو، تو اس صورت میں نماز ادا ہو جاتی ہے۔ البتہ نمازی کا قصداً اس طرح عضو کھول کر نماز پڑھنا بے ادبی ضرور ہے اور بعض صورتوں میں تو گناہ بھی ہو گا مثلاً عورت کا نامحرم مرد کے سامنے ٹخنے ظاہر کر کے نماز پڑھنا۔ لہذا مرد و عورت دونوں پر ہی لازم ہے کہ شریعت نے نماز میں جن اعضا کو چھپانے کا حکم دیا ہے، باقاعدہ اہتمام کے ساتھ انہیں اچھی طرح چھپالیا جائے، تاکہ نماز ادا کرتے ہوئے کسی بھی طرح کی بے ستری نہ ہونے پائے۔

ایک عضو چوتھائی حصے سے کم ظاہر ہو، تو نماز ہو جائے گی۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری، بحر الرائق، مجمع الانہر، نہر الفائق وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: "والنظم للاول "انکشاف مادون الربع معفو اذا کان فی عضو واحد" یعنی جو حصہ عضو کی چوتھائی سے کم ہو اس کا نماز میں کھلا رہنا معاف ہے جب کہ وہ ایک ہی عضو میں ہو۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 58، مطبوعہ پشاور)

فتاوی رضویہ میں ہے: "**اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے، تو نماز صحیح ہو جائے گی**، اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے، اگرچہ بعض صورتوں میں گناہ و سوئے ادب بیشک ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج 06، ص 30، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

بہارِ شریعت میں ہے: ”جن اعضا کا ستر فرض ہے، ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا، نماز ہو گئی۔“ (بہار شریعت، ج 01، ص 481، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سنت مؤکدہ کی جگہ قضا نماز پڑھ سکتے ہیں؟

ریفرنس نمبر:FAM-0214 تاریخ:01-12-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سنتِ مؤکدہ کی جگہ قضا نمازیں ادا کرے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ نیز اگر کوئی امام ایسا کرے، تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سنتِ مؤکدہ کی جگہ قضا نمازیں ادا کرنا شرعاً درست نہیں۔ جس کے ذمے قضا نمازیں باقی ہوں، وہ شخص بھی سُنَنِ مؤکدہ لازماً پڑھے گا کہ اِن کی شریعت میں بہت تاکید آئی ہے، یہاں تک کہ جو سنتِ مؤکدہ کو بلا عذر شرعی صرف ایک آدھ بار ترک کرے، تو ایسا کرنا اِساءت یعنی بُرا ہے اور ایسا شخص قابلِ ملامت ہے، اور جو اُس کے ترک کی عادت بنالے، تو ایسا شخص فاسق، گنہگار اور مستحقِ عذاب ہے۔

اس تفصیل کے مطابق اگر کوئی شخص سنت مؤکدہ کو ترک کر کے، اُس کی جگہ قضا نماز ادا کرے، تو اگر ایسا کرنا صرف ایک آدھ دفعہ ہی اس سے ثابت ہو، تو ایسا شخص قابلِ ملامت و عتاب ہو گا، مگر فاسق و گنہگار نہیں، ہاں اگر یہ ترک اُس سے عادتاً ثابت ہو کہ کئی بار اُس نے سنت مؤکدہ کو ترک کر کے اُس کی جگہ قضا نمازیں ادا کی ہوں، تو اب ایسا شخص ضرور فاسق و گنہگار ہو گا، اس پر لازم

ہو گا کہ اپنے اِس گناہ سے توبہ کرے اور آئندہ سنتِ مُؤکدہ کو پابندی سے ادا کرے۔ نیز ایسا شخص اگر امام ہو تو نادراً سنت مؤکدہ کے ترک کی صورت میں، تو وہ فاسق ہی نہیں ہو گا، لہذا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہو گا اور جہاں تک عادتاً ترک کے ثابت ہونے پر اُس کے پیچھے نماز پڑھنے کی بات ہے ، تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اگرچہ وہ اِس ترک سے فاسق ہو جائے گا، لیکن چونکہ اُس کا یہ فسق اِعلانیہ نہیں کہ یہ ایک خفیہ معاملہ ہے، اس کے بتائے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا، لہذا فسق اعلانیہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہو گا، مگر اس صورت میں اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تنزیہی یعنی ناپسندیدہ ضرور ہو گا، البتہ اگر امام نے خود سے ہی لوگوں کو بتادیا ہو کہ وہ سنت مؤکدہ کو ترک کر کے اس کی جگہ قضا نمازیں ادا کرتا ہے، جس کی وجہ سے امام کا سنت مؤکدہ کا تارک ہونا لوگوں میں مشہور و معروف ہو چکا ہو، تو اب لوگوں پر اُس کا فسق ظاہر و آشکار ہو جانے کی وجہ سے وہ امام فاسق معلن ہو جائے گا اور فاسق معلن ہو جانے کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہو گا یعنی اسے امام بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ ہو گا، اگر پڑھ لی ہو، تو اس نماز کو پھیرنا واجب ہو گا۔

سنت مؤکدہ کو ترک کر کے اس کی جگہ قضا نمازیں ادا نہیں کر سکتے، جیسا کہ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:” والاشتغال بقضاء الفوائت أولی وأهم من النوافل الا السنة المعروفة وصلاة الضحی وصلاة التسبيح والصلاة التی وردت فی الأخبار فتلك بنية النفل وغيرها بنية القضاء كذا فی المضمرات عن الظهيرية وفتاوی الحجة ومراده بالسنة المعروفة المؤكدة وقوله وغيرها بنية القضاء مراده به أن ينوی القضاء اذا أراد فعل غير ما ذكر فانه الأولی بل المتعين “ترجمہ: قضا نمازوں کی ادائیگی میں مشغول ہونا یہ نوافل پڑھنے سے زیادہ اہم و اَولیٰ ہے، سوائے معروف سنتوں کے اور چاشت و تسبیح کی نماز کے اور

اس نماز کے، جس کے بارے میں اخبار وارد ہوئی ہیں۔ یہ نمازیں نفل کی نیت سے پڑھے اور اس کے علاوہ قضا کی نیت سے پڑھے۔ ایسا ہی مضمرات میں ظہیریہ اور فتاوی الحجۃ کے حوالے سے ہے۔ معروف سنتوں سے مراد مؤکدہ سنتیں ہیں اور یہ جو کہا کہ " اس کے علاوہ قضا کی نیت سے پڑھے۔ "تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان مذکورہ نمازوں کے علاوہ کوئی نماز پڑھنا چاہے، تو قضا کی نیت کرلے، کیونکہ یہ زیادہ اولیٰ ہے، بلکہ یہی متعین ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ 447، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں لکھتے ہیں:" قضا نمازیں نوافل سے اہم ہیں یعنی جس وقت نفل پڑھتا ہے، اُنہیں چھوڑ کر اُن کے بدلے قضائیں پڑھے کہ بری الذمہ ہو جائے، البتہ تراویح اور بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ (یعنی فجر کی 2 سنتیں، ظہر کی 6 سنتیں، مغرب کی 2 سنتیں، عشاء کی 2 سنتیں) نہ چھوڑے۔"

(بہارِ شریعت، جلد 1، حصّہ 4، صفحہ 706، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سنت مؤکدہ کے ترک کا حکم بیان کرتے ہوئے، سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:"سنت مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک گناہ نہیں، ہاں بُرا ہے اور عادت کے بعد گناہ و نارَوا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 1، حصہ دوم، صفحہ 911، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

سنت مؤکدہ نمازوں کے ترک کا حکم بیان کرتے ہوئے، فتاوی رضویہ میں ہی ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:"شبانہ روز میں بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، دو صبح سے پہلے، اور چار ظہر سے پہلے اور دو بعد، اور دو مغرب و عشاء کے بعد، جو ان میں سے کسی کو ایک آدھ بار ترک کرے مستحق ملامت و عتاب ہے۔ اور ان میں سے کسی کے ترک کا عادی گنہگار و فاسق و مستوجب عذاب ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 6، صفحہ 509، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ بہار شریعت میں لکھتے ہیں :
”سنتیں بعض مؤکدہ ہیں کہ شریعت میں اس پر تاکید آئی، بلا عذر ایک بار بھی ترک کرے، تو مستحقِ ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے، تو فاسق، مردود الشہادۃ، مستحقِ نار ہے اور بعض ائمہ نے فرمایا کہ ”وہ گمراہ ٹھہرایا جائے گا اور گنہگار ہے اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے۔“ تلویح میں ہے کہ اس کا ترک قریب حرام کے ہے، اس کا تارک مستحق ہے کہ معاذ اللہ! شفاعت سے محروم ہو جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو میری سنت کو ترک کرے گا، اسے میری شفاعت نہ ملے گی۔“

(بہارشریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ662، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلانیہ اور خفیہ گناہ کرنے سے متعلق، سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”گناہ کبیرہ خفیہ ہو یا اعلانیہ فاسق کر دینے میں برابر ہے، مگر ایسا خفیہ جس پر بندے مطلع نہ ہوں، بندے اس پر حکم نہیں کرسکتے کہ بے جانے حکم کیونکر ممکن؟“

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ486، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنے سے متعلق حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے: ”فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا، ومفاد ھذا کراھۃ التحریم فی تقدیمہ
“ ترجمہ: فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور ان پر شرعا اس کی توہین کرنا ضروری ہے، اور اس کا مفاد یہ ہے کہ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، جلد2، باب الامامۃ، صفحہ262، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فاسقِ معلن اور فاسقِ غیر معلن کے پیچھے نماز پڑھنے سے متعلق، سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں، **فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، پھر**

اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھُپ کر کرتا ہو معروف و مشہور نہ ہو، تو کراہت تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ، اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے، تو اُسے امام بنانا، گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو، تو پھیرنی واجب۔"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ601، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی رضویہ ہی میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا: "افیونی اور بلاعذر شرعی تارکِ صومِ رمضان فاسق اور اُن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب جبکہ اُن کا فسق (لوگوں پر) ظاہر و آشکار ہو اور اگر مخفی ہو جب بھی کراہت سے خالی نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ606، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

16 جُمادَی الاُوْلٰی 1445ھ/01 دسمبر 2023ء

ریفرنس نمبر:Faj -7501 تاریخ:05-12-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کو یہ معلوم ہے کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخوں کی 10 نمازیں قضا ہوئی ہیں، اب زید ان نمازوں کی ادائیگی میں دن معین کرنے کے بجائے یوں نیت کرتا ہے کہ میری سب سے پہلی فلاں نماز جو قضا ہوئی ہے، اسے ادا کرتا ہوں، تو کیا اس صورت میں زید کی وہ قضا نمازیں ادا ہو جائیں گی؟ رہنمائی فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جب کسی شخص کی قضا نمازیں پانچ سے زائد ہو جائیں، تو باہم ان قضا نمازوں میں، یونہی قضا اور وقتی نمازوں میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے، لیکن اصح مذہب کے مطابق قضا نمازوں کی ادائیگی کے وقت قضا نماز نیت میں متعین و مشخص ہو، یہ ضروری ہے، اگر بلا تعیین قضا نماز پڑھ لی، تو قضا نماز ادا نہیں ہو گی، تعیین کے لیے فقہائے کرام نے دو چیزیں ارشاد فرمائی ہیں (1) نماز متعین ہو (2) دن متعین ہو۔ یہ دونوں چیزیں متعین ہونا ضروری ہے۔ مثلاً: کسی شخص پر دو دن (پیر، منگل) کی فجر کی قضا نمازیں ہیں، اور وہ شخص یہ نمازیں ادا کرنا چاہتا ہے، تو یوں نیت کرے کہ پیر کی فجر کی نماز ادا کر رہا ہوں۔

جب قضا نمازیں زیادہ ہو جائیں، تو پھر دن تاریخ عموماً بھول جاتے ہیں، اگر یاد بھی ہوں، تو اس کا خیال رکھنا حرج سے خالی نہیں، اس کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے نیت کا آسان طریقہ یہ ارشاد فرمایا کہ مثال کے طور پر کسی شخص کی پہلی محرم الحرام سے لے کر بیس محرم الحرام تک کی فجر کی نمازیں قضا ہو گئیں، وہ یوں نیت کرے: مجھ پر قضا نمازوں میں جو پہلی فجر ہے، اسے ادا کرتا ہوں یا مجھ پر قضا نمازوں میں جو آخری فجر ہے، اسے ادا کرتا ہوں۔ اس طرح کی نیت میں نماز کے نام سے نماز متعین ہو گئی اور پہلی یا آخری سے دن بھی متعین ہو گیا۔ پہلی سے یکم تاریخ والی فجر متعین ہو گئی اور آخری سے بیس تاریخ والی فجر متعین ہو گئی ہے۔ جب وہ اس نیت کے ساتھ

ایک فجر پڑھ لے، تو دوبارہ ویسے ہی نیت کرے، اب جو باقی نمازیں ہوں گی، ان میں پہلی یا آخری حسب الفاظ نیت میں آئے گی، کیونکہ ایک ادا ہو جانے کے بعد اس کے بعد والی پہلی یا آخری بن جائے گی، یوں دن اور نماز دونوں متعین ہو جائیں گے۔

مذکورہ بالا تمہید کے بعد صورت مسؤلہ کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب مذکورہ شخص کی دو دن (مثلا: پیر، منگل) کی نمازیں قضا ہوئیں، اس نے آسانی کے پیش نظر مثلاً: فجر کی ادائیگی میں یوں نیت کی کہ (میری سب سے پہلی فلاں (فجر کی) نماز جو قضا ہوئی، اسے ادا کرتا ہوں) تو اس نیت کے ساتھ اس کی فجر کی نماز متعین ہو گئی، سب میں پہلی سے پیر کا دن متعین ہو گیا اور فجر کے نام سے نماز متعین ہو گئی، اس نیت کے ساتھ اس کی فجر کی نماز ادا ہو گئی۔

منگل کی فجر کی ادائیگی کے لیے دوبارہ نیت یوں کرے کہ جو مجھ پر فجر کی قضائیں ہیں، ان میں پہلی فجر ادا کرتا ہوں، اس صورت میں منگل کی فجر ہی متعین ہو گی، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اور فجر اس پر ہے ہی نہیں یا صرف یوں نیت کرے کہ مجھ پر جو فجر کی قضا ہے اسے ادا کرتا ہوں، اس سے بھی منگل کی فجر ہی متعین ہو گی، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی فجر اس پر قضا ہے ہی نہیں۔ جن کتب میں ہے کہ ہر دفعہ یوں نیت کرے کہ سب میں پہلی فجر ادا کرتا ہوں یا سب سے آخری فجر ادا کرتا ہوں وغیرہ، وہاں بھی یہی مراد ہے کہ جو باقیوں میں پہلی یا آخری ہے وہ ادا کرتا ہوں، کیونکہ اسی سے نماز متعین اور مشخص ہو گی، امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بھی ایک فتوی میں اس طرح کی نیت کی وضاحت باقیوں میں پہلی سے ارشاد فرمائی ہے۔ لہذا نیت میں سب سے پہلی یا سب سے آخری سے دل یا زبان سے کہتے وقت کیا معنی مراد ہو گا؟ یہ کم از کم نیت میں واضح ہونا ضروری ہے اور سب سے پہلی کہتے وقت اپنے ذمہ واجب الاداء اس متعین نماز مثلا: فجر کی نمازوں میں جو سب سے پہلی ہو، اس کی نیت کرے اور سب سے آخری کہتے وقت واجب الاداء اس نماز مثلا: فجر میں جو سب سے آخری ہے، کی نیت کرے۔

تبیین الحقائق میں ہے: "فی قضاء الصلاۃ لا یجوز ما لم یعین الصلاۃ ویومہا بان یعین ظہر یوم کذا مثلا: ولو نوی اول ظہر علیہ او آخر ظہر علیہ جاز لان الصلاۃ تعینت بتعیینہ و کذا الوقت تعین بکونہ اولا او آخرا فان نوی اول صلاۃ علیہ وصلی فما یلیہ یصیر اولا ایضا فیدخل فی نیتہ اول ظہر علیہ ثانیا و کذا ثالثا الی ما لا یتناھی و کذا الآخر وھذا مخلص من لم یعرف الاوقات فاتتہ او اشتبہت علیہ او اراد التسہیل علی نفسہ" یعنی قضاء نمازوں کی ادائیگی درست نہیں ہو گی، جب تک کہ نماز اور اس کا دن معین نہ کرے، مثلا: فلاں دن کی ظہر اور اگر یوں نیت کی کہ میرے ذمہ جو پہلی ظہر یا آخری ظہر ہے، تو یہ بھی درست ہے، کیونکہ نماز کے نام سے نماز متعین ہو گئی اور اول یا آخر کہنے سے وقت متعین ہو گیا اور جب اپنے ذمہ پہلی کی نیت سے ایک نماز ادا کر لے گا، تو جو اس نماز کے ساتھ ملی ہوئی ہو گی وہ پہلی ہو جائے گی۔ اس طرح نیت کرنے

میں جو اس پر نماز ہے ان میں جو پہلی ظہر ہے، وہ نیت میں داخل ہو گی، یونہی تیسری دفعہ بلکہ نمازوں کے ختم ہونے تک یوں ہی ہوتا رہے گا۔ آخری کے ساتھ نیت کرنے میں بھی یہی حکم ہو گا اور یہ آسان طریقہ ہے، اس کے لیے جس کو اپنی فوت شدہ نمازوں کے اوقات بھول گئے ہوں یا اس پر معاملہ مشتبہ ہو گیا یا وہ اپنے اوپر آسانی چاہتا ہو۔

(تبیین الحقائق، جلد6، صفحہ220، مطبوعہ ملتان)

ردالمحتار میں ہے: "وفی الصلاۃ أن یعین الصلاۃ ویومھا بأن یعین ظھر یوم کذا ولو نوی أول ظھر علیہ أو آخرہ جاز "یعنی قضا نمازوں کی ادائیگی میں ضروری ہے کہ نماز اور اس کا دن معین کیا جائے اس طرح کہ فلاں دن کی ظہر اور اگر یوں نیت کی کہ جو میرے ذمہ پہلی ظہر ہے یا جو آخری ظہر ہے، تو یہ بھی درست ہے۔ (ردالمحتار، جلد6، صفحہ734، مطبوعہ بیروت)

ردالمحتار میں ہے: "لو کان فی ذمتہ ظھر واحد فائت فانہ یکفیہ ان ینوی ما فی ذمتہ من الظھر الفائت وان لم یعلم انہ من ای یوم "یعنی اگر کسی کے ذمہ میں ایک ظہر کی قضا ہے، تو اپنے ذمہ میں فوت شدہ ظہر کی نیت کافی ہے، اگرچہ معلوم نہ ہو کہ کون سے دن کی ہے۔ (ردالمحتار، جلد1، صفحہ419، مطبوعہ بیروت)

اعلی حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: " زید پر نہ ان 15 دن کی قضا میں ترتیب ضرور تھی، نہ ان پانچ دن کی قضا میں ضرور ہے۔ اسے اختیار ہے ان میں جو نماز چاہے پہلے ادا کرے، جو چاہے پیچھے کہ قضا نمازیں جب پانچ فرضوں سے زائد ہو جاتی ہیں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یعنی باہم ان میں بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر کا اختیار ہوتا ہے اور ان میں اور وقتی نماز میں بھی رعایت ترتیب کی حاجت نہیں رہتی، پھر ان نمازوں کے حق میں ترتیب نہ باہمی نہ بلحاظ وقتی، کوئی کبھی عود نہیں کرتی، اگرچہ ادا کرتے کرتے چھ سے کم رہ جائیں، مثلاً: اب اسی صورت میں زید پر پانچ دن کی پچیس نمازیں ہیں، جب دو ہی رہ جائیں گی، تو بھی اسے اختیار ہے کہ اس کی ادا سے پہلے وقتیہ نماز پڑھ لے، **ہاں اصح مذہب پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ نماز نیت میں معین مشخص ہو جائے "ھو الاحوط من تصحیحین "(دونوں تصحیحوں میں احوط یہ ہے) مثلاً: دس (۱۰) فجریں قضا ہیں، تو یوں گول نیت نہ کرے کہ فجر کی نماز کہ اس پر ایک فجر تو نہیں جو اسی قدر بس ہو، بلکہ تعیین کرے کہ فلاں تاریخ کی فجر، مگر یہ کیسے یاد رہتا ہے اور ہو بھی تو اس کا خیال حرج سے خالی نہیں، لہٰذا اس کی سہل تدبیر یہ نیت ہے کہ پہلی فجر جس کی قضا مجھ پر ہے، جب ایک پڑھ چکے پھر یوں ہی پہلی فجر کی نیت کرے کہ ایک تو پڑھ لی، اس کی قضا اس پر نہ رہی نو (۹) کی ہے، اب ان میں کی پہلی نیت میں آئے گی، یونہی اخیر تک نیت کی**

جائے، اسی طرح باقی سب نمازوں میں کہے اور جس سے ترتیب ساقط ہو، جیسے یہی دس یا چھ فجر کی قضا والا پہلی کی جگہ پچھلی بھی کہہ سکتا ہے نیچے

سے اوپر کو ادا ہوتی چلی جائے گی۔" (فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ142، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:" ہر بار یوں نیت کرے کہ سب میں پہلی وہ نماز جو مجھ سے قضا ہوئی، جب ایک پڑھ لی، پھر یوں نیت کرے یعنی اب جو باقیوں میں پہلی ہے، اخیر تک اتنی پڑھے کہ اب اس پر قضا باقی رہنے کا گمان نہ رہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد08، صفحہ163، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی امجدیہ میں ہے:"فقہا فرماتے ہیں جس کے ذمہ متعدد نمازیں ہوں اور دن یاد نہ ہوں، وہ قضا میں یہ نیت کرے کہ سب میں پہلی یا سب میں پچھلی فلاں نماز جو میرے ذمہ ہے، وہ پڑھتا ہوں کہ اس صورت میں تعیین و تخصیص ہوگئی، ہر نماز میں یہی نیت کرے کہ جو پڑھ چکا اب اس کے بعد والی سب میں پہلی یا پچھلی ایک ہی ہوگی۔"

(فتاوی امجدیہ، جلد1، صفحہ273، مکتبہ رضویہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

10جمادی الاولی1444ھ/05دسمبر2022ء

مرد کے لیے کڑا پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل کئی نوجوانوں نے ہاتھوں میں لوہے، پیتل وغیرہ کا کڑا پہنا ہوتا ہے اور ان میں سے جو نمازی ہوتے ہیں، وہ اس کے ساتھ ہی نماز ادا کر لیتے ہیں۔ شرعی رہنمائی درکار ہے کہ مرد کے لیے دھات کا کڑا پہننا کیسا ہے؟ اور اس کو پہن کر نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مرد کے لیے لوہے یا پیتل یا کسی بھی دھات کا کڑا پہننا، ناجائز ہے اور اس کو پہن کر نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، یعنی اس حال میں نماز ادا کرنا گناہ ہے اور اگر کر لی ہو تو اس کا اعادہ کرنا لازم ہے۔

سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن (متوفی 1340ھ) مرد کے لیے ریشم کے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم مکروہ تحریمی بیان کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: ”بعینہٖ یہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا ناجائز ہے، جیسے ریشمیں کمر بند یا مغرق ٹوپی یا وہ کپڑا جس پر ریشم یا چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل بُوٹا چار انگل سے زیادہ عرض کا ہو یا ہاتھ خواہ پاؤں میں **تانبے سونے چاندی پیتل لوہے کے چھلّے یا کان میں بالی یا بُندا یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے** کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں اور ان سے نماز مکروہ تحریمی۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 7، صفحہ 307، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: ”اسی طرح مردوں کے لیے ایک سے زیادہ انگوٹھی پہننا یا **چھلے پہننا بھی ناجائز**

ہے۔" (بہارِ شریعت، جلد3، صفحہ428، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: "سونے یا چاندی یا کسی بھی دھات کی ڈِبیہ میں تعویذ پہننا مرد کو جائز نہیں۔ اِسی طرح کسی بھی دھات کی زَنجیر خواہ اُس میں تعویذ ہو یا نہ ہو مرد کو پہننا ناجائز و گناہ ہے۔ اِسی طرح سونے، چاندی اور اسٹیل وغیرہ کسی بھی دھات کی تختی یا کڑا جس پر کچھ لکھا ہوا ہو یا نہ لکھا ہوا ہو، اگرچہ اللہ کا مبارَک نام یا کلِمہ طیِّبہ وغیرہ کُھدائی کیا ہوا ہو اُس کا پہننا مرد کے لیے ناجائز ہے۔"

(فیضان سنت، صفحہ70، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و **رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو واصف محمد آصف عطاری

23 شوال المکرم 1441ھ/15 جون 2020ء

دارالافتاء اہلسنت darulifta@dawateislami.net

ملازم کو نماز پڑھنے کے لیے کتنے ٹائم کی چھٹی دینا مالک پر لازم ہے؟

ریفرنس نمبر: Aqs 1715　　　　تاریخ: 28-10-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص کپڑے کی دکان پر وقت کا اجیر ہے۔ مالک پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملازم کو فرض نماز کے لیے چھٹی دے، آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ کتنے ٹائم کے لیے چھٹی دینا مالک پر لازم ہے؟ یعنی نماز میں اگر اوسطاً 15، 20 منٹ لگتے ہوں اور وہ ملازم دعائے ثانی ہو جانے کے بھی 15 سے 20 منٹ بعد آتا ہو اور 40، 50 پچاس منٹ لگاتا ہو، تو کیا ایسا کرنا اُس کے لیے جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں ایک نماز کے وقت کے لیے اوسطاً جتنا وقت لگتا ہے، اتنے وقت کے لیے ہی نماز کے لیے وہ ملازم جا سکتا ہے۔ اجارہ وقت میں نماز کے لیے 40، 50 منٹ لگانا تو درکنار، سنتِ مؤکدہ کے علاوہ نوافل پڑھنا بھی اس کے لیے مالک کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ اگر نوافل پڑھنے یا کسی اور کام میں وقت لگائے گا، تو اس وقت کی اجرت کا مستحق نہیں ہو گا، کیونکہ وہ شخص اجیر خاص ہے اور اجیر خاص کو مستاجر (یعنی مالک) کی اجازت کے بغیر اجارے کے وقت میں اپنا ذاتی کام کرنے اور نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

اجیر خاص کی تعریف کے متعلق درمختار میں ہے: ” والثاني وهو الأجير الخاص ويسمى أجير وحد وهو من يعمل لواحد عملا مؤقتا بالتخصيص ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وان لم يعمل كمن استؤجر شهرا للخدمة “ ترجمہ: (اجیر کی دو قسموں میں سے) دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اس کا نام اجیر وحد بھی ہے۔ اجیر خاص وہ شخص ہوتا ہے کہ جو کسی ایک شخص کے لیے خاص ہو کر وقت کے ساتھ مقرر کام کرے۔ مدت کے دوران اپنے آپ کو مستاجر (یعنی مالک) کے سپرد کرنے سے یہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے اگرچہ کام نہ بھی کرے۔ جیسا کہ کسی شخص کو ایک مہینے کے لیے خدمت کے لیے اجیر رکھا۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الاجارہ، مبحث الاجیر الخاص، جلد 6، صفحہ 69، مطبوعہ بیروت)

اجیر خاص کے حکم کے متعلق درمختار میں ہے: ” وليس للخاص أن يعمل لغيره ولو عمل نقص من أجرته بقدر

ماعمل " ترجمہ: اجیر خاص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کا کام کرے، اگر کرے گا، تو جس قدر اُس کا کام کیا، اس قدر اس کی اجرت سے کٹوتی کی جائے گی۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے: " بل ولا أن يصلي النافلة قال في التتارخانية: وفي فتاوى الفضلي وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلک العمل الى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة " ترجمہ: بلکہ وہ نوافل بھی نہیں پڑھ سکتا۔ تتارخانیہ میں فرمایا کہ فتاویٰ فضلی میں ہے: اسی طرح جب کسی بندے کو ایک دن کے لیے اجیر رکھا، تو اس (اجیر) پر لازم ہے کہ وہ مدت مکمل ہونے تک اس کا کام کرتا رہے اور فرض نمازوں کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الاجارہ، باب ضمان الاجیر، جلد6، صفحہ70، مطبوعہ بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے: " اجیر خاص اُس مدت مقرر میں اپنا ذاتی کام بھی نہیں کر سکتا اور اوقاتِ نماز میں فرض اور سنت مؤکدہ پڑھ سکتا ہے، نفل نماز پڑھنا اس کے لیے اوقات اجارہ میں جائز نہیں۔ "

(بہارِ شریعت، حصہ14، جلد3، صفحہ161، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اجیر خاص کے اپنے ذاتی کام یا نفل نماز میں مشغول ہونے کے وقت کی اجرت کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: " اجیر خاص پر وقت مقررہ معہود میں تسلیم نفس لازم ہے اور اسی سے وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے، ہاں اگر تسلیمِ نفس میں کمی کرے، مثلا: (کام پر) حاضر تو آیا، لیکن وقت مقرر خدمت مفوضہ کے سوا اور کسی اپنے ذاتی کام اگرچہ نماز نفل یا دوسرے شخص کے کاموں میں صرف کیا کہ اس سے بھی تسلیم منتقض ہوگئی، بہر حال جس قدر تسلیمِ نفس میں کمی کی ہے، اتنی تنخواہ وضع ہوگی۔ ملخصاً "

(فتاویٰ رضویہ، جلد19، صفحہ506، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

28صفر المظفر 1441ھ/28اکتوبر 2019ء

نماز میں تین بار کھجانا

ریفرنس نمبر:Lar9906 تاریخ:26-08-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نماز میں ایک رکن میں دو دفعہ سے زیادہ ہاتھ اٹھایا جائے، تو عملِ کثیر شمار ہوتا ہے اور نماز فاسد ہو جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ ہاتھ اپنی جگہ سے اٹھا کر جسم کے تین مختلف حصوں پر اسے استعمال کرلے، مثلا: سر پر، پھر وہاں سے اٹھا کر بازو پر، پھر وہاں سے اٹھا کر رانوں پر اور اس کے بعد اپنی جگہ جہاں اس رکن میں ہاتھ رکھنا مطلوب ہے، رکھ لے تو کیا ایسی صورت میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صورتِ مسئولہ میں ایک رکن میں تین مرتبہ ہاتھ استعمال کرنا پایا گیا ہے، لہذا نماز فاسد ہو جائے گی۔ تفصیل اس میں یہ ہے کہ:

ہاتھ اپنے اصلی مقام سے اگرچہ ایک مرتبہ ہی اٹھایا گیا، لیکن اسے تین مختلف مقامات پر اٹھا کر استعمال کیا گیا، مثلا: سر پر استعمال کیا، وہاں سے اٹھا کر بازو پر، پھر وہاں سے اٹھا کر رانوں پر، تو ایسی صورت میں یہ تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر استعمال کرنا ہے، لہذا عملِ کثیر پائے جانے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:" إذا حک ثلاثا في رکن واحد تفسد صلاتہ ھذا إذا رفع یدہ في کل مرۃ أما إذا لم یرفع في کل مرۃ فلا تفسد ولو کان الحک مرۃ واحدۃ یکرہ. کذا في الخلاصۃ" ترجمہ: جب ایک رکن میں تین مرتبہ خارش کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، یہ تب ہے جبکہ ہر مرتبہ میں اپنا ہاتھ اٹھائے، بہر حال جب ہر مرتبہ میں ہاتھ نہ اٹھائے، تو نماز فاسد نہیں ہو گی اور اگر خارش کرنا ایک مرتبہ ہو، تو مکروہ ہے، اسی طرح خلاصہ میں ہے۔

(فتاوی ھندیہ، کتاب الصلوۃ، جلد01، صفحہ104، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی ہندیہ کے جزئیہ میں تین مرتبہ کھجانے میں صرف ہر مرتبہ ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، ہر دفعہ اپنی اصل

جگہ باندھنے کی شرط نہیں ہے، لہذا اس سے پتا چلا کہ اصل جگہ سے اگرچہ ایک مرتبہ ہاتھ اٹھایا ہو لیکن جب استعمال کیا گیا تو ہر مرتبہ ہاتھ اٹھاکر استعمال کیا تو وہ ایک مرتبہ استعمال نہ ہوگا بلکہ جتنی مرتبہ ہاتھ اٹھاکر استعمال کیا، اتنی مرتبہ استعمال شمار ہوگا۔

بہار شریعت میں ہے: ”ایک رکن میں تین بار کھجانے سے نماز جاتی رہتی ہے، یعنی یوں کہ کھجا کر ہاتھ ہٹالیا پھر کھجایا پھر ہاتھ ہٹالیا وعلیٰ ہذا اور اگر ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دی تو ایک ہی مرتبہ کھجانا کہا جائے گا۔“

(بہار شریعت، جلد01، حصہ03، صفحہ614، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہار شریعت کے الفاظ سے واضح ہے کہ کھجا کر ہاتھ ہٹا کر پھر کھجایا تو یہ دو مرتبہ کھجانا ہے، اس کے لیے ہاتھ اپنی اصل جگہ پر رکھنے کی شرط نہیں لگائی گئی اور ایک مرتبہ کھجانے کو اس صورت کے ساتھ بیان فرمایا کہ جب ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دے۔ لہذا اس سے بھی یہی واضح ہے کہ عمل کثیر پائے جانے کے لیے ہر مرتبہ اپنی اصل جگہ ہاتھ باندھنا ضروری نہیں ہے۔

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی

06محرم الحرام1442ھ/26اگست2020ء

الجواب صحیح

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

نماز میں کب بسم اللہ پڑھی جائے اور کب نہ پڑھی جائے۔

مجیب: ابو مصطفیٰ ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-87

تاریخ اجراء: 05 جمادی الاولی 1443ھ / 10 دسمبر 2021ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جب بندہ نماز پڑھ رہا ہو، تو جس رکعت میں سورت پڑھنی ہوتی ہے، کیا سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی پڑھ سکتے ہیں؟ اور نماز کے اندر تسمیہ پڑھنا فرض، واجب یا سنت ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام ہو یا منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) دونوں کے لئے تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون یعنی سنت ہے اور سورہ فاتحہ کے بعد اگر سورت شروع سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے۔ البتہ مقتدی پر چونکہ قراءت نہیں اور بسم اللہ قراءت کے تابع ہے لہٰذا مقتدی امام کے پیچھے بسم اللہ نہیں پڑھے گا۔

بہار شریعت میں ہے: "تعوذ صرف پہلی رکعت میں ہے اور تسمیہ ہر رکعت کے اوّل میں مسنون ہے۔ فاتحہ کے بعد اگر اوّل سورت شروع کی تو سورت پڑھتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے، قراءت خواہ سری ہو یا جہری، مگر بسم اللہ بہر حال آہستہ پڑھی جائے۔" (بہار شریعت، جلد1، صفحہ423، مکتبۃ المدینہ)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا کہ "مقتدی کو سبحانک اللھم پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا "مقتدی کے لئے صرف سبحانک اللھم پڑھنا ہے اعوذ باللہ تابعِ قراءت ہے اور مقتدی پر قراءت نہیں، یونہی بسم اللہ۔ (فتاویٰ امجدیہ، جلد1، صفحہ71، 72، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرینس نمبر: Sar 6768

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تاریخ: 22-09-2019

نمازی کے آگے سے گزرنے اور دائیں بائیں ہٹنے سے متعلق شرعی حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد کے اندر نمازی حضرات اپنی بقیہ نماز پڑھتے ہیں، تو جنہوں نے نماز ادا کرلی ہو، وہ دیگر نمازیوں کے آگے سے گزر جاتے ہیں۔ ایسا کرنا کیسا؟ نیز اگر کسی شخص نے اپنی نماز ادا کرلی ہو اوراس کے بالکل پیچھے کوئی نماز ادا کر رہا ہو، تو کیا یہ شخص اٹھ کر دائیں بائیں جا سکتا ہے یا یہ بھی نمازی کے آگے سے گزرنا ہے؟

سائل: محمد لیاقت (فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر کوئی شخص مکان یا چھوٹی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو اوراس کے آگے کوئی آڑ (یعنی سترہ کی مقدار کوئی چیز) نہ ہو، تو دیوارِ قبلہ تک نمازی کے آگے سے گزرنا، جائز نہیں ہے اور پاکستان میں موجود تمام مساجد نمازی کے آگے سے گزرنے کے اعتبار سے چھوٹی ہی ہیں، البتہ اگر کوئی شخص پہلے ہی نمازی کے آگے بیٹھا ہو اور وہ اٹھ کر دائیں بائیں چلا جائے، تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کے بارے میں حدیث پاک میں ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لویعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین خیرا لہ من ان یمر بین یدیہ قال ابو النضر لا ادری اقال اربعین یوما او شھرا او سنۃ" ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے چالیس کی مقدار کھڑا ہونے کو بہتر جانتا، ابو نضر (راوی) فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ آپ نے چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس سال فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب اثم المار بین یدی المصلی، جلد1، صفحہ74، مطبوعہ کراچی)

اسی بارے میں ایک اور حدیث پاک میں ہے" ان کعب الاحبار قال لویعلم المار بین یدی المصلي ماذا علیه لکان ان یخسف به خیر اله من ان یمر بین یدیه "ترجمہ: حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والا اگر جانتا کہ اس میں کتنا گناہ ہے تو زمین میں دھنس جانے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔

(موطا امام مالک، کتاب الصلاۃ، التشدید فی ان یمر احد بین یدی المصلی، صفحہ 153، مطبوعہ کراچی)

نمازی کے آگے سے گزرنے کے بارے میں اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: "نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں، جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 254، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ارشاد فرماتے ہیں: "عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوارِ قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز۔" (فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 257، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی وعید پر ایک حدیث پاک کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: "اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے سامنے بیٹھا رہنا، یا آکر بیٹھ جانا، یا بیٹھے سے اٹھ جانا، سیدھا سامنے چلا جانا منع نہیں بلکہ سامنے کی سمت کاٹ کر گزرنا منع ہے یعنی ہمارے ملک میں جنوباً شمالاً جانا۔"

(مرأۃ المناجیح، جلد 2، صفحہ 20، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

22 محرم الحرام 1441ھ / 22 ستمبر 2019

واجب الاعادہ نماز کی نیت کیسے کریں گے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13047

تاریخ اجراء: 03 ربیع الثانی 1445ھ / 19 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سے زیادہ واجبات ترک ہونے کی بنا پر نماز واجب الاعادہ ہوئی ہو تو اعادے میں ادا کی گئی نماز کی نیت کیا کرنا ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز واجب الاعادہ ہو جانے کی صورت میں نماز اس نیت سے ادا کریں کہ میں کمی کا ازالہ کر رہا ہوں۔ واضح رہے کہ نیت دل کے پکے ارادہ کو کہتے ہیں، مگر زبان سے بھی نیت کر لینا مستحب ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ فتاوی شامی میں اعادے کی تعریف نقل فرماتے ہیں: "الاعادۃ فی عرف الشرع اتیان بمثل الفعل الاول علی صفۃ الکمال بان وجب علی المکلف فعل موصوف بصفۃ الکمال فاداہ علی وجہ النقصان، وھو نقصان فاحش یجب علیہ الاعادۃ، وھو اتیان مثل الاول ذاتاً مع صفۃ الکمال۔" یعنی عرفِ شرع میں اعادہ سے مراد یہ ہے کہ پہلے والے فعل ہی کی مثل دوسرے فعل کو کامل طور پر بجالائے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مکلف پر تو یہ واجب تھا کہ وہ اس فعل کو کامل طور پر ادا کرتا لیکن اس نے ناقص طور پر ادا کیا، اور وہ نقص بھی اتنا زیادہ تھا کہ اس پر اس فعل کا اعادہ واجب ہوا، لہذا اعادہ پہلے فعل ہی کی مثل کو کامل طور پر ادا کرنے کا نام ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 629، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ کہ شخصے را در نماز مغرب سجدہ سہو لازم بود ورنہ داد جبر نقصان گزاردیانہ، **اگر گزارد چگونہ نیت بندد** و چند رکعت گزارد و ہمیں جبر نقصان حکم نفل دارد یا واجب یا فرض؟" (ترجمہ: اس بارے میں آپ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے) کا کیا فرمان ہے کہ ایک شخص پر نماز مغرب میں سجدہ سہو لازم ہو گیا مگر اس نے نہ

کیا۔اب نقصان کا ازالہ کرے یا نہ ؟ **اگر کرنا ہے تو کس نیت سے ؟** کتنی رکعتیں ادا کرے اور یہ ازالہ نفل کا حکم رکھتا ہے یاواجب و فرض کا؟)" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:" جبر نقصان واجب است سہ رکعت بہ نیت اعادہ ہماں نماز مغرب برائے تلافی مافات کند۔ واللہ تعالیٰ اعلم "(ترجمہ: **نقصان کا اعادہ لازم ہے پھر دوبارہ تین رکعت اس نیت سے ادا کرے کہ میں کمی کا ازالہ کر رہا ہوں۔**)" (فتاوی رضویہ، ج08، ص215، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی امجدیہ میں ہے:" اعادہ میں نماز اسی طرح پڑھی جائے گی جس طرح فرض پڑھتے ہیں یعنی دو خالی اور دو بھری اور جہری ہو تو جہر کے ساتھ، سری ہو تو سراً کہ یہ نماز نفل نہیں، **بلکہ اسی فرض کی تکمیل ہے۔**" (فتاوی امجدیہ، ج01، ص179، مکتبہ رضویہ کراچی)

ایک نماز میں چند واجب ترک ہونے سے **متعلق بہارِ شریعت میں ہے:**" قصداً واجب ترک کیا تو سجدۂ سہو سے وہ نقصان دفع نہ ہو گا بلکہ اعادہ واجب ہے۔ یو ہیں اگر سہواً واجب ترک ہوا اور سجدۂ سہو نہ کیا جب بھی اعادہ واجب ہے ۔۔۔۔۔**ایک نماز میں چند واجب ترک ہوئے تو** وہی دو سجدے سب کے لیے کافی ہیں۔" (بہارِ شریعت، ج01، ص708، 710، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

نماز کی نیت سے **متعلق حبیب الفتاوی میں ہے:**" **نیت دل کے پختہ ارادے کا نام ہے۔** نیت کرتے وقت دل میں اور قلب میں یہ نیت ہونی چاہیے کہ میں فلاں نماز کی اتنی رکعتیں فرض یا واجب، یا سنت، نفل کی اللہ تعالیٰ کے لیے قبلہ رو ہو کر پڑھ رہا ہوں۔ اصل نیت یہی ہے۔ **زبان سے نیت کرنی فرض ولازم نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے،** تاکہ زبان سے بھی دل کے ارادے کی موافقت ہو جائے۔" (حبیب الفتاوی، ج01، ص146، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جوڑا بنے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Fmd:0259

تاریخ اجراء: 02 جمادی الاول 1438ھ/31 جنوری 2017ء

دَارُالْاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ احادیث طیبہ میں جوڑا باندھ کر (یعنی بالوں کو اکٹھا کر کے، سر کے پیچھے گرہ دے کر) نماز پڑھنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے، تو آجکل عورتیں کیچر (Catcher) لگا کر بالوں کو اوپر کی طرف فولڈ کر لیتی ہیں، کیا کیچر (Catcher) یا کسی اور چیز کے ذریعہ جوڑا بنے بالوں سے (کے ساتھ) نماز پڑھنا عورتوں کے لئے منع ہے؟

سائلہ: بنت شجاع الدین (F-11، ناتھ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احادیث طیبہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جوڑا بندھے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی جو ممانعت فرمائی وہ ممانعت مردوں کے ساتھ خاص ہے، جس کی صراحت خود حدیث پاک میں موجود ہے، عورتوں کے لئے یہ ممانعت نہیں۔ مردوں کے لئے ممانعت کی حکمت شارحین حدیث نے یہ بیان فرمائی، کہ مرد کے سَر کے ساتھ ساتھ اُس کے بال بھی زمین پر گریں، اور ربّ تعالی کے حضور سجدہ ریز ہوں، پھر اس پر فقہائے کرام نے یہ مسئلہ بیان فرمایا، کہ جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا، مردوں کے لئے مکروہ تحریمی ہے۔

جبکہ عورت کے بال ستر عورت میں داخل ہیں، یعنی غیر محرم کے سامنے، اور بالخصوص نماز میں ان کو چھپانا فرض ہے، اگر عورتیں جوڑا نہ باندھیں تو حالت نماز میں اُن کے بال بکھر سکتے ہیں، جس سے اُن کے بالوں کی بے ستری کا اندیشہ ہے، جس سے نماز پر اثر بھی پڑے گا، لہذا اگر عورتیں اپنے بالوں کو سر کے پیچھے اکٹھا کر کے گرہ لگا لیں، یا اُن کو کیچر (Catcher) وغیرہ کے ذریعے گرفت میں لے لیں، تو بالوں کو چھپانے میں معاون ثابت ہوں گے، اس میں حرج نہیں، الغرض جوڑا باندھ کر نماز کے مکروہ تحریمی ہونے کا حکم عورتوں کے لئے نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بچوں پر نماز و روزہ کس عمر سے فرض ہوتے ہیں؟

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-559

تاریخ اجراء: 07ربیع الاول1444ھ/04اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بچوں پر نماز روزہ فرض ہونے کی عمر کیا ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب کوئی بچہ یا بچی بالغ ہو جائے تو اس پر نماز، روزہ فرض ہو جاتا ہے۔

لڑکے اور لڑکی کے بالغ ہونے کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"لڑکے کو جب انزال ہو گیا وہ بالغ ہے وہ کسی طرح ہو، سوتے میں ہو جس کو احتلام کہتے ہیں یا بیداری کی حالت میں ہو۔ اور انزال نہ ہو تو جب تک اس کی عمر پندرہ سال کی نہ ہو بالغ نہیں جب پورے پندرہ سال کا ہو گیا تو اب بالغ ہے، علامات بلوغ پائے جائیں یا نہ پائے جائیں، لڑکے کے بلوغ کے لیے کم سے کم جو مدت ہے وہ بارہ سال کی ہے یعنی اگر اس مدت سے قبل وہ اپنے کو بالغ بتائے اس کا قول معتبر نہ ہو گا۔

لڑکی کا بلوغ احتلام سے ہوتا ہے یا حمل سے یا حیض سے ان تینوں میں سے جو بات بھی پائی جائے تو وہ بالغ قرار پائے گی اور ان میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو جب تک پندرہ سال کی عمر نہ ہو جائے بالغ نہیں اور کم سے کم اس کا بلوغ نو سال میں ہو گا اس سے کم عمر ہے اور اپنے کو بالغہ کہتی ہو تو معتبر نہیں۔" (بہار شریعت، جلد3، حصہ 15، صفحہ 203، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بھاری لہنگا پہنے ہونے کی صورت میں دلہن کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1391

تاریخ اجراء: 04رجب المرجب1445ھ/16جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

دلہن نے جو لہنگا وغیرہ پہنا ہو وہ بہت ہیوی ہوتا ہے اور زیورات دوپٹہ وغیرہ بھی بہت ہیوی ہوتا ہے تو یہاں دلہن کے لیے کافی آزمائش ہوتی ہے تو کیا اس صورت میں وہ بیٹھ کر نمازیں پڑھ سکتی ہے؟ اس صورت میں اسے رخصت ہوگی؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

فرض، واجب اور سنتِ فجر میں قیام فرض ہے، بلا عذر یہ نمازیں بیٹھ کر پڑھنے سے نہیں ہوتیں۔ بھاری کپڑے یا زیور پہنے ہوئے ہونا کوئی عذر نہیں لہذا اس کی وجہ سے ان نمازوں میں قیام ساقط نہیں ہوگا۔ لہذا بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بجائے کپڑے تبدیل کرلیں یا کم از کم ہیوی چادر کے بجائے کوئی مناسب پردہ کرنے والی چادر میں کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کریں۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بے خیالی میں ناپاکی کی حالت میں نمازوتلاوت کرنے کا حکم

مجیب: ابواحمد محمدانس رضاعطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1224

تاریخ اجراء: 07 ربیع الثانی 1444ھ/03نومبر2022ء

دارالافتاءاہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی عورت ناپاک ہوچکی تھی یعنی حیض آگیا تھا لیکن اسے معلوم نہیں ہوا، اس نے خود کو پاک سمجھتے ہوئے نماز اور قرآن کی تلاوت کرلی تو کیا ایسی صورت میں اسے ثواب ملے گا؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض آنے کے بعد عورت نماز اور قرآن کی تلاوت کرنے کی اہل نہیں رہتی البتہ اگر خود کو پاک سمجھتے ہوئے اس نے نماز اور قرآن کی تلاوت کرلی تو اسے اس کی نیت پر ثواب ملنے کی امید ہے اگرچہ نماز ادا نہیں ہوگی۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: "ولا تشترط للثواب صحة العبادة، بل يثاب على نيته، وإن كانت فاسدة بغير تعمده كمالو صلى محدثا على ظن طهارته۔" ترجمہ: اور ثواب حاصل ہونے کے لیے عبادت کا صحیح ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس کی نیت پر ثواب دیا جاتا ہے اگرچہ بلا قصد نماز فاسد ہو جیسے کسی نے اپنے آپ کو طہارت پر سمجھتے ہوئے حالت حدث میں نماز ادا کی۔ (الاشباہ والنظائر، جلد1، صفحہ19، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جس نماز کے وقت میں حیض آیا اس نماز کا کیا حکم ہے

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-398

تاریخ اجراء: 04 محرم الحرام 1443ھ / 03 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت کو شرعی عذر (یعنی حیض و نفاس) کسی نماز کے وقت میں شروع ہو اور اس وقت کی ابھی نماز ادا نہ کی ہو، تو کیا وہ نماز قضاء پڑھنی ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس وقت کی فرض نماز نہیں پڑھی اور وقت کے دوران ہی حیض یا نفاس آگیا، تو اس وقت کی نماز معاف ہو جائے گی۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: "نماز کا آخر وقت ہو گیا اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی کہ حَیض آیا، یا بچہ پیدا ہوا، تو اس وقت کی نماز معاف ہو گئی، اگرچہ اتنا تنگ وقت ہو گیا ہو کہ اس نماز کی گنجائش نہ ہو۔" (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 380، مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض کے ایام میں چھوڑی ہوئی نمازوں اور روزوں کا حکم

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی زید مجدہ

فتوی نمبر: Web:41

تاریخ اجراء: 15 جمادی الاولی 1442ھ / 31 دسمبر 2020ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ حیض کے دنوں میں جو نماز روزے چھوٹ گئے ان کی بعد میں قضا لازم ہے یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کے دنوں کی نمازیں معاف ہیں، ان کی قضا نہیں۔ البتہ اس دوران رمضان کے جتنے روزے رہ گئے وہ بعد میں قضا رکھنے ہوں گے۔

حدیثِ پاک میں ہے:"عن عائشة کان یصیبنا ذلک فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاۃ" یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ماہواری میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کا ہمیں حکم دیا گیا لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا۔

(صحیح مسلم، جلد 01، صفحہ 153، مطبوعہ کراچی)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:"ان دِنوں میں نمازیں معاف ہیں، ان کی قضا بھی نہیں اور روزوں کی قضا اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔"

(بہار شریعت، جلد 01، صفحہ 380، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا اپنی نماز پڑھنے کے لئے اقامت کہنا

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-899

تاریخ اجراء: 20ذوالقعدۃ الحرام 1444ھ/09جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورتیں اپنی نماز پڑھنے کے لئے اقامت کہیں گی یا نہیں؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کو اذان واقامت کہنا مکروہ تحریمی ہے لہذا عورتیں اپنی نماز اکیلے پڑھتے ہوئے اقامت نہیں کہیں گی۔

ردالمحتار میں ہے: ”اما النساء فیکرہ لھن الاذان و کذا الاقامۃ“یعنی عورتوں کے لئے اذان کہنا مکروہ ہے اور یہی حکم اقامت کا ہے۔(ردالمحتار، جلد2، صفحہ60، مطبوعہ: کوئٹہ)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، حضرت علامہ، مولانا، مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ”عورتیں اپنی نماز ادا پڑھتی ہوں یا قضا، اس میں اَذان واِقامت مکروہ ہے۔“(بہار شریعت، جلد1، صفحہ466، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا نقاب پہن کر نماز پڑھنا

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-522

تاریخ اجراء: 05 رجب المرجب 1443ھ / 07 فروری 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورتیں باہر گھومنے جاتی ہیں تو وہاں نماز کی سہولت نہیں ہوتی تو کیا نقاب میں ہی نماز پڑھ لیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کو بلاوجہ باہر گھومنے پھرنے نہیں جانا چاہیئے، بلکہ حتی الامکان گھروں میں ہی رہنا چاہیے اور اگر کبھی مجبوری وغیرہ کے تحت جانا پڑے تو باپردہ حالت میں جائیں اور ٹائم کی مینجمنٹ اس طرح کریں کہ حتی الامکان نماز کے اوقات میں گھر واپس آجائیں تاکہ گھر میں نماز ادا کرسکیں۔ اور اگر پھر بھی باہر نماز پڑھنی پڑے تو کسی ایسی جگہ کا انتخاب کریں، جہاں غیر محرم کی نظر نہ پڑے اور چہرہ کھول کر نماز پڑھ سکیں اور اگر ایسا کسی بھی طرح ممکن نہ ہو تو ضرورتا نقاب وغیرہ کر کے چہرہ چھپا کر نماز پڑھ سکتی ہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورتوں کا سجدے میں انگلیوں کا پیٹ نہ لگانا

مجیب: مولانا عبدالرب شاکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-534

تاریخ اجراء: 08رجب المرجب1443ھ /10فروری2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اسلامی بہن کا سجدہ کرتے وقت پاؤں کی انگلیوں کا پیٹ نہ لگانا کیسا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اسلامی بہن سجدے میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہیں لگائے گی کہ اس کے لئے حکم یہ ہے کہ پنڈلیوں کو زمین کے ساتھ لگائے اور پنڈلیوں کو زمین کے ساتھ لگانے کی صورت میں پاؤں کی انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگنا ممکن نہیں۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنا کس دلیل سے منع ہے؟

مجیب: ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-159

تاریخ اجراء: 22 شوال المکرم 1443ھ / 24 مئی 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟ کوئی حدیث یا آیت اس میں موجود ہے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

خواتین کو مسجد میں نماز کے لیے جانے کی ممانعت بخاری شریف میں موجود ہے۔ اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: ”لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل“ اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد، ج1، ص120، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے زمانہ مبارکہ میں عورتوں کا حال دیکھ کر مسجد کی حاضری سے روک دیا گیا تو اب کے زمانہ میں تو بدرجہ اولی منع ہو گا کیونکہ آج کا زمانہ کثیر فتنوں سے پُر ہے۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورتوں کے لئے نمازِ عصر کا مستحب وقت کونسا ہے؟

مجیب: مفتی علی اصفر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ذوالحجۃ الحرام 1441ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کے لیے نماز عصر کا مستحب وقت کون سا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نمازِ فجر کے علاوہ تمام نمازوں میں عورتوں کے لیے افضل یہ ہے کہ مردوں کی جماعت ختم ہو جانے کا انتظار کریں، جب مردوں کی جماعت ختم ہو جائے تو اپنی نماز ادا کریں، البتہ نمازِ فجر اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار، 30/2، بہار شریعت، 452/1)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا جنت میں عورتوں کو بھی اللہ کا دیدار ہوگا

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-454

تاریخ اجراء: 01 صفر المظفر 1444ھ / 29 اگست 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

جنت میں مردوں کو اللہ پاک کا دیدار ہو گا، تو کیا عورتوں کو بھی اللہ پاک دیدار ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جنت میں عورتوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا۔ جیسا کہ حکیمُ الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حق یہ ہے کہ جنت میں ہر مؤمن کو دیدارِ الٰہی ہوا کرے گا مرد ہوں یا جنتی عورتیں۔ عورتوں کے متعلق اختلاف ہے مگر حق یہ ہی ہے کہ انہیں بھی دیدار ہو گا۔" (مرآۃ المناجیح، جلد7، صفحہ 417، نعیمی کتب خانہ گجرات)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا حائضہ کا درود شریف پڑھنے کے لیے وضو کرنا یا کلی کرنا ضروری ہے؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-580

تاریخ اجراء: 30ربیع الاول1444ھ/27اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حیض کی حالت میں درود شریف وغیرہ اذکار پڑھنے کے لئے وضو یا کلی کرنی ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی حالت میں درود شریف وغیرہ اذکار وضو یا کلی کر کے پڑھنا بہتر ہے۔ البتہ اگر ویسے ہی پڑھ لئے، تو بھی حرج نہیں۔ واضح رہے کہ حیض و نفاس کی حالت میں قرآن پاک یا اس کا ترجمہ پڑھنا یا چھونا حرام و گناہ ہے۔

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قرآنِ مجید کے علاوہ اور تمام اذکار کلمہ شریف، درود شریف وغیرہ پڑھنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے اور ان چیزوں کو وضو یا کلی کر کے پڑھنا بہتر اور ویسے ہی پڑھ لیا جب بھی حرج نہیں اور ان کے چھونے میں بھی حرج نہیں۔" (بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ379، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کیا عورتوں کی نماز انڈر گارمنٹس کے بغیر ہو جاتی ہے؟

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-730

تاریخ اجراء: 16ربیع الثانی 1444ھ/12نومبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا بنیان/ undergarment کے بغیر عورت کی نماز ہو جاتی ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایسا لباس جس سے سِتْر چھپ جائے اس میں نماز ہو جاتی ہے۔ نماز کے لیے قمیص کے نیچے بنیان / under garment پہننا مرد و عورت میں سے کسی کے لیے ضروری نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا عورت پر عید کی نماز واجب ہے

مجیب: ابو الحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-351

تاریخ اجراء: 04ذوالحجۃ الحرام1443ھ /04جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورتوں پر عید کی نماز واجب ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں پر عید کی نماز واجب نہیں اور انہیں عید کی نماز میں شرکت کے لیے آنا بھی جائز نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورتوں کے لئے تکبیر تشریق کا حکم

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-415

تاریخ اجراء: 07 ذوالحجۃ الحرام 1443ھ / 07 جولائی 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورتوں کے لیے بھی تکبیرِ تشریق پڑھنے کے وہی احکام ہیں جو مردوں کے لیے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جانا، جائز نہیں ان کے لیے حکم ہے کہ وہ اپنی قیام گاہ پر ہی علیحدہ نماز پڑھیں اور اس صورت میں ان پر تکبیر تشریق پڑھنا بھی واجب نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا خواتین اذان سے پہلے نماز ادا کرسکتی ہیں؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ذوالحجۃ الحرام 1440ھ

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کا وقت شروع ہوچکا ہے لیکن ابھی اذان نہیں ہوئی تو کیا عورتیں اذان سے پہلے نماز ادا کرسکتی ہیں؟ یعنی ہم مدرسہ میں ہوں اور ظہر کی ابھی اذان نہیں ہوئی تو اسلامی بہنیں یا مدنی منّیاں نماز ادا کرسکتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کا وقت شروع ہوجانے کے بعد عورتوں کا اذان سے پہلے نماز ادا کرنا خلافِ اَولیٰ ہے کیونکہ اَولیٰ و افضل یہ ہے کہ کوئی عذر نہ ہو تو فجر کے علاوہ نمازوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار کریں اور جب مردوں کی جماعت ہوجائے تو اس کے بعد عورتیں نماز پڑھیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سینہ بند پہنے بغیر عورت کی نماز کا حکم

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1877

تاریخ اجراء: 19 محرم الحرام 1445ھ / 07 اگست 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ کیا عورت کی نماز بغیر سینہ بند (brazer) پہنے ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کی نماز سینہ بند (brazer) پہنے بغیر بھی ہو جائیگی، جبکہ نماز میں عورت کے لیے جو شرعی پردہ ضروری ہے، اس کا مکمل لحاظ ہو۔ اور نماز میں عورت کے لیے شرعی پردہ یہ ہے، کہ منہ کی ٹکلی، ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلووں کے علاوہ سارا بدن چھپانا ضروری ہے، یہاں تک کہ سر کے لٹکے ہوئے بال چھپانا بھی ضروری ہے۔ اور مزید یہ کہ وہ دوپٹہ، کپڑے اتنے باریک بھی نہ ہوں، کہ جس سے جسم اور بالوں کی رنگت ظاہر ہو، ورنہ نماز نہیں ہو گی۔ چنانچہ بہارِ شریعت میں ہے: ”آزاد عورتوں اور خنثیٰ مشکل کے لیے سارا بدن عورت ہے، سوا مونھ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے، سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں، ان کا چھپانا بھی فرض ہے“۔ (بہار شریعت، حصہ 03، ص 481، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مزید اسی میں ہے: ”اتنا باریک دوپٹا، جس سے بال کی سیاہی چمکے، عورت نے اوڑھ کر نماز پڑھی، نہ ہو گی، جب تک اس پر کوئی ایسی چیز نہ اوڑھے، جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے“۔ (بہار شریعت، حصہ 03، ص 481، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عادت کے دنوں سے پہلے خون بند ہو تو نماز کا حکم

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-583

تاریخ اجراء: 22 رجب المرجب 1443ھ / 24 فروری 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک اسلامی بہن کو اڑھائی تین ماہ بعد حیض آتا ہے، اس مرتبہ انہیں جب حیض آیا، تو بس کچھ دیر تھوڑا سا آیا اور ختم ہو گیا، پھر تین دن ہونے والے ہیں، لیکن حیض نہیں آیا، تو کیا وہ غسل کر لے یا انتظار کرے اور بعد میں نمازیں شروع کرے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں خون بند ہو جانے پر عورت کے لئے حکم یہ ہے کہ نمازیں شروع کر دے، خون بند ہو جانے کے باوجود مزید انتظار کرنا اور نمازیں قضاء کرتے رہنا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔

تفصیل اس کی کچھ اس طرح ہے کہ اگر کسی عورت کو عادت کے ایام پورے ہونے سے پہلے خون آنا بند ہو جائے مثلاً اس کی عادت دس دن خون آنے کی ہے، لیکن اس دفعہ اسے ایک یا دو یا تین یا اس سے زیادہ دن خون آیا، لیکن عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی خون بند ہو گیا، تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ نماز کے وقت مستحب کے آخر تک انتظار کرے، اگر دوبارہ خون نہ آئے، تو اس پر اس وقت کی نماز ادا کرنا لازم ہے۔

نوٹ: خون تین دن سے پہلے بند ہو یا بعد میں بہر صورت نماز ادا کرنا تو لازم ہے، البتہ فرق یہ ہے کہ اگر تین دن سے پہلے خون بند ہو، تو عورت پر غسل کرنا لازم نہیں ہوتا، بلکہ فقط وضو کر کے بھی نماز ادا کر سکتی ہے اور تین دن کے بعد خون آنا بند ہو، تو نماز کے لیے غسل کرنا ضروری ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مریض لیٹ کر نماز پڑھے، تو پاؤں کس طرف کرے؟

ریفرنس نمبر:SAR-7752 تاریخ:16-02-2022

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ کے بارے میں کہ شرعی مریضہ لیٹ کر نماز پڑھے، تو پاؤں کس طرف ہوں گے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں ٹانگیں قبلہ کی جانب کی جائیں اور گھٹنے کھڑے کیے جائیں، تاکہ جانبِ قبلہ پاؤں نہ پھیلیں، کیونکہ بلاضرورتِ شرعی قبلہ کی جانب پاؤں پھیلانا مکروہِ تنزیہی ہے۔ لیکن اگر مریض کے لیے گھٹنے کھڑے کرنا دشوار ہو، تو بچھائے رکھنے کی اجازت ہے۔ بیان کردہ مسئلہ میں عورتوں کے متعلق بالخصوص یہ بات ملحوظ رہے کہ گھٹنے کھڑے کرنے کی صورت میں ٹانگوں پر چادر وغیرہ ڈال لی جائے تاکہ بے پردگی نہ ہو۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:"من تعذر علیہ القیام۔۔۔ صلی قاعدا۔۔۔وان تعذر القعود ولو حکما اومأ مستلقیا علی ظھرہ ورِجلاہ نحو القبلة غیر أنه ینصب رکبتیه لکراھة مد الرجل إلی القبلة ویرفع رأسه یسیرا الیصیر وجھه إلیھا أو علی جنبه الأیمن أو الأیسر ووجھه إلیھا والأول أفضل علی المعتمد" ترجمہ: جس کے لیے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مشکل ہو، تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور اگر بیٹھنا بھی مشکل ہو، اگرچہ حکمی طور پر، تو اُسے چاہیے کہ چِت لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھ لے اور اپنے دونوں پاؤں کو قبلہ کی جانب کر دے، **مگر اپنے گھٹنوں کو کھڑا کرلے (اگر ممکن ہو، ایسا کرنا ضروری نہیں۔) کیونکہ قبلہ کی جانب پاؤں پھیلانا مکروہِ (تنزیہی ہے)**، مزید یہ کہ اپنا سر معمولی سا اٹھالے، تاکہ چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے یا (دوسرا لیٹ کر نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ) دائیں یا بائیں کروٹ کے بَل لیٹے اور اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کرلے، مگر پہلا طریقہ (چِت لیٹنے والا) معتمد قول کے مطابق افضل ہے۔ (تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد2، باب صلوۃ المریض، صفحہ 681، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

14 رجب المرجب 1443ھ/16 فروری 2022ء

مسجد کی جماعت سے پہلے عورت کی نماز

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ رجب المرجب 1440ھ

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہندہ ایک بوڑھی عورت ہے اس کے گھر کے پاس اہلِ سنّت و جماعت کی مسجد ہے۔اس مسجد کی اذان کے 5 منٹ بعد ہندہ نماز پڑھ لیتی ہے کیونکہ ہندہ کے لئے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ مسجد کی جماعت ہوئی یا نہیں۔ ہندہ کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں ہوتی؟ محلے کی بعض عورتیں کہتی ہیں کہ ہندہ کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ جماعت سے پہلے پڑھ لیتی ہے۔اس طرح کہنا درست ہے یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز ہمیشہ غلس (یعنی اوّل وقت) میں ادا کریں اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کے بعد پڑھیں۔البتہ اگر اذان کے بعد اور مستحب وقت سے پہلے بھی پڑھیں گی تو بھی ہوجائے گی اور ان عورتوں کی بات درست نہیں ہے بلکہ یہ بغیر علم کے فتویٰ ہے جو کہ خود ناجائز وگناہ ہے جس سے ان پر توبہ لازم ہے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا دورانِ خطبہ عورت گھر میں نمازِ ظہر پڑھ سکتی ہے؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اگست 2018ء

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں جمعہ کا خطبہ پڑھا جا رہا ہو تو کوئی عورت اس وقت گھر میں ظہر کی نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسجد میں ہونے والے جمعہ کے خطبے کے وقت عورتیں گھر میں نمازِ ظہر پڑھ سکتی ہیں البتہ بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی جماعت ہو جانے کے بعد پڑھیں۔ خطبہ سننا مسجد میں موجود حاضرین پر فرض ہے گھر میں موجود عورتوں پر نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نفل نماز کے دوران حیض شروع ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

مجیب: ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1963

تاریخ اجراء: 20صفر المظفر1445ھ /07 ستمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نفل نماز کے دوران حیض شروع ہو جائے، تو نماز کا کیا حکم ہے؟ نماز معاف ہے یا پاک ہونے کے بعد دوبارہ پڑھے گی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نفل نماز کے دوران حیض آجائے، تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کی قضا واجب ہو گی، جو پاک ہونے کے بعد ادا کرنی ہو گی۔

بہار شریعت میں صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”نماز پڑھتے میں حیض آگیا یا بچہ پیدا ہوا، تو وہ نماز معاف ہے، البتہ اگر نفل نماز تھی، تو اس کی قضا واجب ہے۔“ (بہار شریعت، ج01، حصہ02، صفحہ380، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز کے علاوہ عورت کا مخصوص ایام میں دعائے قنوت پڑھنے کا حکم

مجیب: ابو مصطفیٰ کفیل عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-154

تاریخ اجراء: 18 شوال المکرم 1443ھ / 20 مئی 2022

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت کا مخصوص ایام میں دعائے قنوت پڑھنا کیسا؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے لیے حالت حیض میں خارجِ نماز دعائے قنوت پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

تنویر الابصار اور در مختار میں ہے: "(لا) قراءة (قنوت)" یعنی (عورت کے لیے حالت حیض میں) قنوت پڑھنا (مکروہ) نہیں۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے: "هذا ظاهر المذهب۔۔۔ الفتوى على ظاهر الرواية لانه ليس بقرآن قطعا و يقينا بالاجماع" یعنی یہ ظاہر مذہب ہے اور فتوی ظاہر الروایہ پر ہے اس لیے کہ وہ بالاجماع قطعی یقینی طور پر قرآن نہیں۔ (رد المحتار علی در مختار، جلد: 1، صفحہ: 351، مطبوعہ بیروت)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں عورت کی کلائی نظر آرہی ہو تو نماز کا حکم

مجیب: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2586

تاریخ اجراء: 11 رمضان المبارک 1445ھ /22 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر نماز میں اسلامی بہن کی کلائی نظر آرہی ہو تو کیا نماز ہو جائے گی؟ کیا پوری کلائی کا بھی چھپانا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورت کی پوری کلائی ستر میں داخل ہے، اور نماز میں عورت کی کلائی نظر آرہی ہو تو اس کے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ:

☆ اگر کلائی چوتھائی مقدار یا اس سے زائد نماز شروع کرتے وقت سے ہی کھلی ہوئی تھی، تو نماز شروع ہی نہیں ہوگی اور اگر چوتھائی سے کم کھلی ہوئی ہو تو نماز ہو جائے گی۔

☆ اور اگر دورانِ نماز کم از کم ایک چوتھائی کی مقدار کو قصداً کھولا تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ فوراً چھپا لیا ہو۔

اور اگر بغیر قصد کے کھلی تو اگر بقدرِ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلی رہی، تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار سے پہلے ہی کلائی کو چھپا لیا تو نماز ہو جائے گی۔

مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: آزاد عورتوں اور خنثیٰ مشکل کے لیے سارا بدن عورت ہے، سوا مونھ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے، سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں، ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔۔۔ جن اعضا کا ستر فرض ہے، ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا، نماز ہو گئی اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپا لیا، جب بھی ہو گئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا یا بالقصد کھولا، اگرچہ فوراً چھپا لیا، نماز جاتی رہی۔ اگر نماز شروع کرتے وقت عضو کی چوتھائی کھلی ہے، یعنی اسی حالت پر اللہ اکبر کہہ لیا، تو نماز منعقد ہی نہ ہوئی۔" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 3، ص 482، 481، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جوڑا باندھ کر یا ساڑھی پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-342

تاریخ اجراء: 27ذوالقعدۃ الحرام1443ھ /27جون2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا جوڑا باندھ کر اور ساڑھی پہن کر نماز ہو جائے گی؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورتیں جوڑا باندھ سکتی ہیں اور جوڑا باندھ کر نماز پڑھنے کی بھی انھیں ممانعت نہیں۔ احادیثِ طیّبہ میں سرکارِ دوعالَم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جُوڑا بندھے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی جو ممانعت فرمائی ہے وہ مَردوں کے ساتھ خاص ہے جس کی صراحت خود حدیثِ پاک میں موجود ہے۔

ساڑھی کے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ آج کل عورتیں جس قسم کی ساڑھیاں پہنتی ہیں، ان کا پہننا جائز نہیں، کیونکہ یہ ساڑھیاں عموماً تنگ ہوتی ہیں اور ان کے پہننے سے اعضائے ستر مثلاً پیٹ، کمر وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں جو کہ ناجائز وحرام ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں ایسا لباس پہننے والی عورتوں سے متعلق سخت وعید آئی ہے۔ نیز ستر کا حصہ نظر آنے کی صورت میں اس حصے کے نظر آنے کے اعتبار سے نماز ہونے یا نہ ہونے کی مختلف صورتیں بنیں گی۔ ہاں اگر ساڑھی ایسی ہو کہ جس کے پہننے سے مکمل بدن چھپ جاتا ہو اور بال وغیرہ اعضائے ستر ظاہر نہیں ہوتے الغرض پردے کے تمام شرعی تقاضے پورے ہو جاتے ہوں تو پہننا، جائز ہو گا، اس میں نماز بھی ہو جائے گی۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جہری نمازوں میں عورت کا جہراً قراءت کرنا

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الثانی 1441ھ

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح منفرد شخص کو اختیار ہوتا ہے کہ جہری نمازوں میں وہ جہر (یعنی بُلند آواز سے قراءت) کر سکتا ہے تو کیا عورت کو بھی اختیار ہے کہ وہ بھی اکیلے نماز پڑھتے ہوئے جہری نمازوں میں جہراً قراءت (یعنی بُلند آواز سے قراءت) کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو جہری نماز میں بھی قراءت میں جہر کرنا منع ہے کیونکہ مرد اور عورتوں کی نماز میں کئی امور میں فرق کتبِ فقہ میں مذکور ہے اِنہی فرق والے احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ عورت جہری نمازوں میں بھی جہر نہیں کرے گی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا عورتیں نمازِ جنازہ پڑھ سکتی ہیں؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جنوری 2019ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورتیں نمازِ جنازہ پڑھنے کیلئے جنازے کے ساتھ جاسکتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کا نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے جنازے کے ساتھ جانا، ناجائز وگناہ ہے، کیونکہ ہمارے نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے جنازے کے ساتھ عورتوں کو جانے سے منع فرمایا، بلکہ ایسی عورتوں کو ثواب سے خالی، گناہ سے بھری ہوئی فرمایا۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالٰی اپنے مجموعۂ احادیث ''سنن ابنِ ماجہ''میں نقل کرتے ہیں: عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم فَإِذَا نِسْوَةٌ جُلُوسٌ فَقَالَ: مَا يُجْلِسُكُنَّ قُلْنَ: نَنْتَظِرُ الْجِنَازَةَ، قَالَ: هَلْ تَغْسِلْنَ قُلْنَ: لَا، قَالَ: هَلْ تَحْمِلْنَ، قُلْنَ: لَا، قَالَ: هَلْ تُدْلِينَ فِيمَنْ يُدْلِي، قُلْنَ: لَا، قَالَ: فَارْجِعْنَ مَأْزُورَاتٍ غَيْرَ مَأْجُورَاتٍ یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم تشریف لائے تو کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا: تم کیوں بیٹھی ہو؟ عرض کی: ہم جنازے کا انتظار کر رہی ہیں۔ فرمایا: کیا تم غسل دو گی؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: کیا تم جنازہ اُٹھاؤ گی؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: کیا تم میّت کو قبر میں اتارو گی؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: گناہ سے بھری ہوئی، ثواب سے خالی ہو کر لوٹ جاؤ۔(ابن ماجہ، ص113) امام عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی ''الجامع الصغیر''میں نقل کرتے ہیں: گناہ سے بھری ہوئی، ثواب سے خالی لوٹ جاؤ۔(جامع الصغیر مع فیض القدیر، 605/1)

عورتوں کے جنازہ کے ساتھ جانے کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ علاؤالدین حصکفی رحمہ اللہ تعالٰی ''دُرِّ مختار'' میں لکھتے ہیں: عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا مکروہِ تحریمی ہے۔(در مختار، 162/3)

عورتوں کا جنازہ اُٹھانے کا حکم بیان کرتے ہوئے ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے عورت جنازہ نہیں اُٹھائے گی، اگرچہ عورت کی میّت ہو۔(الاشباہ والنظائر، ص358)

صدرُ الشّریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ''بہارِ شریعت''میں لکھتے ہیں: عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا، ناجائز و ممنوع ہے۔ (بہارِ شریعت، 823/1)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

انگلیاں چٹخانے میں عمل کثیر نہ ہو تو نماز کا حکم

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1326

تاریخ اجراء: 15 جمادی الثانی 1445ھ / 29 دسمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت نے نماز میں انگلیاں ایسے چٹخائی کہ عمل کثیر نہ ہوا تو بھی نماز مکروہ تحریمی ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

انگلیاں چٹخانے میں اگر عملِ کثیر ہو، تو نماز ٹوٹ جائے گی، لیکن اگر عملِ کثیر نہ ہو تب بھی مرد یا عورت کا نماز میں انگلیاں چٹخانا گناہ و ناجائز عمل ہے جس نماز میں اس طرح کا عمل پایا گیا، وہ نماز مکروہِ تحریمی ہو گی، توبہ کے ساتھ ساتھ اس نماز کو بھی دوبارہ پڑھنا واجب ہو گا۔

فوائدِ رضویہ میں ہے: "نماز میں انگلی چٹکانا گناہ و ناجائز ہے۔" (فوائد رضویہ من فتاوی رضویہ، جلد 1، صفحہ 1021، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ فقیہِ ملت میں ہے: "نماز میں انگلیاں چٹکانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لا تفرقع اصابعک و انت فی الصلاۃ" یعنی جب تم نماز کی حالت میں ہو تو انگلیاں نہ چٹکاؤ (سنن ابن ماجہ)۔۔۔ اور جن صورتوں میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، ان نمازوں کا دہرانا واجب ہوتا ہے۔" (فتاوی فقیہ ملت، جلد 1، صفحہ 183، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز کا وقت شروع ہوگیا مگر عورت نے ابھی ادا نہیں کی، اسی حالت میں حیض آگیا تو اب نماز کا کیا حکم ہوگا؟

مجیب: ابو مصطفیٰ ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-114

تاریخ اجراء: 24 جمادی الاخری 1443ھ / 28 جنوری 2022

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عشاء کی نماز کا وقت شروع ہو گیا اور عورت نے نماز شروع نہیں کی اور حیض شروع ہو گیا تو کیا اس نماز کی قضا فرض ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اس نماز کی قضا فرض نہیں۔

بہار شریعت میں ہے: "نماز کا آخر وقت ہو گیا اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی کہ حیض آیا یا بچہ پیدا ہو تو اس وقت کی نماز معاف ہو گئی۔" (بہار شریعت، جلد: 1، صفحہ: 380، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

وقتِ نَماز شُروع ہونے کے بعد اگر عورت کو حیض آجائے؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ نومبر/دسمبر 2018

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر نَماز کا وقت شُروع ہو چکا ہو اور عورت کو حیض آجائے، تو کیا عورت پر پاک ہونے کے بعد اس وقت کی نماز قضا کرنا لازم ہے؟

سائلہ: بنتِ جنید عطّاری (راولپنڈی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کا وقت داخل ہو چکا اور عورت نے ابھی تک نماز ادا نہ کی کہ اسے حیض یا نفاس آگیا تو پاک ہونے کے بعد عورت پر اس نماز کی قضا لازم نہیں، کیونکہ فرضیت نماز کا سبب حقیقی حکم الٰہی اور سبب ظاہری وقت ہے، اس کے کسی بھی جز میں نماز ادا کی جائے تو فرض ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے، ابتدائی وقت میں ہی نماز ادا کرنا لازمی نہیں، اس اختیار کے سبب اگر کسی نے اول وقت میں نماز ادا نہ کی یہاں تک کہ اسے ایسا عذر لاحق ہو گیا جس کی وجہ سے نماز ساقط ہو جائے تو اس وقت کی نماز مُعاف اور اس کی قضا بھی لازم نہیں ہوتی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز کے بعد پڑھے جانے اوراد کی پابندی حیض کی حالت میں ضروری ہے یا نہیں

مجیب: ابو الحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-332

تاریخ اجراء: 22 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 22 جون 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز کے بعد جو اوراد پڑھے جاتے ہیں جیسے یا قوی یا اس کے علاوہ دیگر اوراد، کیا ان اوراد کی پابندی حالتِ حیض میں بھی ضروری ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جو اوراد نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں وہ پڑھنا عام دنوں میں بھی مرد و عورت کسی کے لیے ضروری نہیں، چہ جائیکہ عورتوں کے مخصوص ایام میں ان کی پابندی ضروری ہو۔ البتہ عورتوں کو مستحب ہے کہ مخصوص ایام میں نمازوں کے اوقات میں وضو کر کے، اتنی دیر تک درود شریف اور دوسرے وظائف پڑھ لیا کریں جتنی دیر میں نماز پڑھ سکتی تھیں، تاکہ عادت باقی رہے۔ نیز ایسے قرآنی اوراد و وظائف جو دعا و ثنا پر مشتمل ہیں جیسے سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی، انہیں بھی اس حالت میں پڑھ سکتی ہے، جبکہ بہ نیتِ دعا و ثنا پڑھے، قرآنِ مجید پڑھنے کی نیت نہ کرے۔ اسی طرح تینوں قل یعنی سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس بلا لفظِ قل بہ نیتِ ثنا پڑھ سکتی ہے، لفظِ قل کے ساتھ نہیں پڑھ سکتی اگرچہ بہ نیتِ ثنا ہی ہو کہ اس صورت میں ان کا قرآن ہونا متعین ہے اور ایسی آیات جو دعا و ثنا پر مشتمل نہیں ہیں وہ اور ایسے وظائف اور دعائیں جن میں حروفِ مقطعات ہیں انہیں بھی کسی نیت سے پڑھنا جائز نہیں۔ مخصوص دنوں میں بھی عورت نماز کے بعد پڑھا جانے والا وظیفہ "یا قوی" پڑھ سکتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا فرض نماز کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنے کا حکم

مجیب: ابو مصطفیٰ محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-817

تاریخ اجراء: 25 جمادی الاولیٰ 1444ھ/20 دسمبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورتوں کا بھی فرض نماز میں دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس نماز میں اس طرح کا ہوا، کیا اس نماز کو دوبارہ پڑھنا ہو گا؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فرائض میں بلا عذر سورتوں کی تکرار کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً کوئی اور سورت یاد ہی نہیں آرہی، تو کراہت نہیں، اسی طرح نوافل میں بھی کراہت نہیں۔ یہ حکم مرد و عورت سب کے لیے ہے، البتہ اس وجہ سے نماز کو لوٹانا واجب نہیں ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے، جب کہ کوئی مجبوری نہ ہو اور مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں، مثلاً پہلی رکعت میں پوری قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھی، تو اب دوسری میں بھی یہی پڑھے یا دوسری میں بلا قصد وہی پہلی سورت شروع کر دی یا دوسری سورت یاد نہیں آتی، تو وہی پہلی پڑھے۔ نوافل کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کو مکرر پڑھنا یا ایک رکعت میں اسی سورت کو بار بار پڑھنا، بلا کراہت جائز ہے۔ (بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 548، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

آنے والا نمازی نئی صف میں کہاں کھڑا ہو؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الثانی 1441ھ

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ اگر پہلی صف مکمل ہو جائے پھر کوئی شخص آئے تو وہ کہاں کھڑا ہوگا؟ بالکل امام کی سیدھ میں؟ یا سیدھی جانب؟ یا اُلٹی جانب؟

(سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس بارے میں اصل مسئلہ یہ ہے کہ پہلی صف پوری ہونے کے بعد کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے آئے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ کسی دوسرے نمازی کے آنے کا انتظار کرے۔ اگر وہ آجائے تو اس کے ساتھ نماز شروع کر دے، اور اگر کوئی نہیں آیا اور امام رکوع میں جانے کو ہو تو اب اگلی صف میں سے کسی کو اپنے ساتھ کھڑے ہونے کے لئے آنے کا اشارہ کرے (اور وہ شخص حکم شریعت پر عمل کرتے ہوئے پیچھے آجائے، بلانے والے کا حکم ماننے کی نیت سے نہ آئے ورنہ اس کی اپنی نماز فاسد ہو جائے گی) اور اگر اگلی صف میں کوئی اس مسئلے سے آگاہی رکھنے والا نہ ملے یا ڈر ہو کہ جس کو اشارہ کرے گا وہ نماز توڑ کر اس سے جھگڑنے لگے گا تو یہ شخص پچھلی صف میں اکیلا بالکل امام کی سیدھ میں کھڑے ہو کر نماز شروع کر دے، امام کی سیدھی یا اُلٹی جانب نہ کھڑا ہو۔

البتہ غلبۂ جہالت اور دینی ضروری معلومات سے دوری کی بنا پر فی زمانہ یہی حکم دیا جائے گا کہ پچھلی صف میں نیا آنے والا مقتدی، اکیلا ہی امام کی سیدھ میں کھڑا ہو جائے۔ اگلی صف میں سے کسی کو نہ کھینچے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بچوں پر نماز و روزہ کس عمر سے فرض ہوتے ہیں؟

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-559

تاریخ اجراء: 07ربیع الاول1444ھ/04اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بچوں پر نماز روزہ فرض ہونے کی عمر کیا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جب کوئی بچہ یا بچی بالغ ہو جائے تو اس پر نماز، روزہ فرض ہو جاتا ہے۔

لڑکے اور لڑکی کے بالغ ہونے کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"لڑکے کو جب انزال ہو گیا وہ بالغ ہے وہ کسی طرح ہو، سوتے میں ہو جس کو احتلام کہتے ہیں یا بیداری کی حالت میں ہو۔ اور انزال نہ ہو تو جب تک اس کی عمر پندرہ سال کی نہ ہو بالغ نہیں جب پورے پندرہ سال کا ہو گیا تو اب بالغ ہے، علامات بلوغ پائے جائیں یا نہ پائے جائیں، لڑکے کے بلوغ کے لیے کم سے کم جو مدت ہے وہ بارہ سال کی ہے یعنی اگر اس مدت سے قبل وہ اپنے کو بالغ بتائے اس کا قول معتبر نہ ہو گا۔

لڑکی کا بلوغ احتلام سے ہوتا ہے یا حمل سے یا حیض سے ان تینوں میں سے جو بات بھی پائی جائے تو وہ بالغ قرار پائے گی اور ان میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو جب تک پندرہ سال کی عمر نہ ہو جائے بالغ نہیں اور کم سے کم اس کا بلوغ نو سال میں ہو گا اس سے کم عمر ہے اور اپنے کو بالغہ کہتی ہو تو معتبر نہیں۔" (بہار شریعت، جلد3، حصہ 15، صفحہ 203، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

داڑھی کٹوانے والے کے پیچھے نماز کا حکم

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اگست 2018ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ جو شخص داڑھی مونڈے یا ایک مٹھی سے کم کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

سائل: قاری ماہنامہ فیضان مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوری ایک مُشت داڑھی رکھنا واجب ہے اور منڈانا یا ایک مٹھی سے کم کروانا دونوں حرام و گناہ ہیں اور ایسا کرنے والا فاسقِ مُعلِن ہے اور فاسقِ مُعلِن کو امام بنانا یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی یعنی پڑھنا گناہ ہے اور اگر پڑھ لی ہو تو اس کا اعادہ واجب ہے۔ غُنیۃ میں ہے: ''لَوْقَدَّمُوْا فَاسِقاً یَأْثِمُوْنَ بِنَاءً عَلٰی اَنَّ کَرَاھَۃَ تَقْدِیْمِہٖ کَرَاھَۃُ تَحْرِیْمٍ'' یعنی اگر کسی فاسق کو مقدم کیا تو وہ گناہگار ہوں گے اس بناء پر کہ فاسق کو مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (غنیۃ المستملی، ص513)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''داڑھی منڈانا اور کترواکر حدِ شرع سے کم کرانا دونوں حرام و فسق ہیں اور اس کا فسق بِالاِعلان ہونا ظاہر کہ ایسوں کے منہ پر جلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے اور فاسقِ مُعلِن کی امامت ممنوع و گناہ ہے'' (فتاویٰ رضویہ، 6/505)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ستونوں کے درمیان صف بندی کا حکم؟

مجیب: مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6139

تاریخ اجراء: 06ربیع الاول1438ھ/06دسمبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے کی مسجد میں جب جماعت کے لئے صفیں بنتی ہیں تو کچھ مقامات پر پنکھوں کے لئے لگائے گئے 2 یا تین انچ موٹے پائپ درمیان میں آتے ہیں ایک عالم صاحب سے سنا تھا کہ یہ قطع صف ہے جب امام صاحب سے بات کی تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں حرج نہیں بعض مساجد میں تو صفوں کے درمیان بڑے بڑے پلر ہوتے ہیں پھر بھی لوگ بجماعت ان کے درمیان نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا درست ہے ؟ نیز صف کے درمیان میں پائپ ہوں جن کی وجہ سے دو نمازیوں کے درمیان خلا رہ جاتا ہو تو کیا یہ قطع صف نہیں ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صف میں ستون یا ان پائپوں کی وجہ سے خلا رہنا ضرور قطع صف ہے کہ اس سے صف دو ٹکڑے ہو جاتی ہے اور یہ مکروہ و ناجائز ہے۔اور اگر صرف ستونوں کے درمیان صف ہو اس کے دائیں بائیں صف نہ بنائی جائے تو بھی یہ مکروہ ہے کہ صف کو نامکمل چھوڑ دیا جبکہ اتمام صف (یعنی صف کو مکمل کرنا) واجب ہے۔

لہٰذا بلا ضرورت ستونوں یا پائپوں کی جگہ صف نہ بنائیں اتنی جگہ چھوڑ کر پیچھے صف بنائیں البتہ ان کے درمیان صف بنانے کی ضرورت ہو مثلاً نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد تنگ پڑے تو ضرورتاً یہاں صف بنانا مکروہ نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1064

تاریخ اجراء: 13 صفر المظفر 1445ھ / 31 اگست 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز میں ایک رکعت کے اندر سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھی اور سورت ملانے سے پہلے آمین کے بعد پھر پڑھی تو کیا یہ دوبار پڑھنا درست ہے جبکہ اس کی عادت بنی ہوئی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام ہو یا منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) دونوں کے لئے تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون یعنی سنت ہے اور سورہ فاتحہ کے بعد اگر سورت شروع سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ پڑھنا مستحسن یعنی اچھا عمل ہے۔ البتہ مقتدی یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا قراءت نہیں کرے گا اور بسم اللہ شریف بھی نہیں پڑھے گا۔

بہار شریعت میں ہے: "تعوذ صرف پہلی رکعت میں ہے اور تسمیہ ہر رکعت کے اوّل میں مسنون ہے۔ فاتحہ کے بعد اگر اوّل سورت شروع کی تو سورت پڑھتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے، قراءت خواہ سری ہو یا جہری، مگر بسم اللہ بہر حال آہستہ پڑھی جائے۔" (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 423، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

عورت کونامحرم کا خون چڑھانا کیسا؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ محرم الحرام 1441ھ

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی اسلامی بہن کو خون کی ضرورت ہو تو کیانامحرم مرد کا خون انہیں چڑھایا جاسکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی نقطۂ نظر سے خون، کسی قریبی محرم رشتہ دار کا ہو یا غیر محرم کا، نجس وناپاک ہے، اس کا جسم میں چڑھانا، عام حالت میں ناجائز و حرام ہے۔ ہاں ضرورت و شرعی حاجت کا تحقق ہو تو اس صورت میں اب فقہائے کرام کی اکثریت نے خون چڑھانے کی اجازت دی ہے، لہٰذا جن صورتوں میں شرعاً خون چڑھانے کی اجازت ہے، ان صورتوں میں مسلم غیر مسلم، محرم یا غیر محرم، سب کا خون چڑھایا جا سکتا ہے۔ جائز ہے ہاں غیر مسلم کے خون سے بچنا مناسب ہے، مسلمان کا خون میسّر ہو تو غیر مسلم کا خون نہ لیا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تِہَامِی نام رکھنا کیسا ہے؟

مجیب: ابو مصطفیٰ محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-888

تاریخ اجراء: 12رمضان المبارک1444ھ/03اپریل2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

"تِہَامِی" نام رکھنا کیسا؟ کیا یہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

"تِہَامِی" (تاء کے نیچے زیر کے ساتھ) تہامہ کی طرف نسبت ہے اور تہامہ مکہ مکرمہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یہ لفظ 'التھم' سے بنا ہے جس کا معنی شدید گرمی اور ہوا کا رک جانا ہے۔ مکہ مکرمہ کے موسم کو چونکہ اس کے لغوی معنی سے مناسبت تھی، لہذا مکہ مکرمہ کا ایک نام تہامہ ہو گیا۔ نیز نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا تعلق پیدائش کے اعتبار سے چونکہ مکہ مکرمہ سے تھا، لہذا اس کی طرف نسبت کرکے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام "تہامی" بھی ہے؛ لہٰذا یہ نام رکھنا جائز ہونے کے ساتھ ساتھ بابرکت بھی ہے۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فرض نماز کے بعد دعا نہ مانگنا

فتوی نمبر: WAT-404

تاریخ اجراء: 15 جمادی الاخری 1443ھ / 19 جنوری 2022

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی فرض نماز کے بعد دعا نہ مانگنے کی عادت بنالے تو وہ گنہگار ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

فرض نماز کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے اور اس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں روایت ہے: "پوچھا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کے اخیر حصے میں اور فرض نمازوں کے بعد"۔ البتہ فرض نماز کے بعد دعا نہ مانگنا اور اس کی عادت بنانا گناہ تو نہیں ہے مگر ایک بڑی سعادت سے محرومی ضرور ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

کیا عورتیں مسجد میں جاکر دینی تعلیم حاصل کرسکتیں ہیں؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6058-b

تاریخ اجراء: 20محرم الحرام1438ھ/22اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک جگہ جامع مسجد دو منزلہ ہے۔ کیااس کی دوسری منزل پر عورتیں دینی تعلیم (مسائل) سیکھنے کے لیے روزانہ دن میں کسی وقت جمع ہوسکتی ہیں جس میں صحیح العقیدہ سنیہ خاتون مسائل شرعیہ بیان کرے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کواس طرح مسجد میں جمع ہونے کی اجازت نہیں کہ اس میں کئی مفاسد ہیں۔البتہ اگر مسجد کے علاوہ کسی ایسی جگہ جمع ہوں کہ مردوں کے ساتھ اختلاط کی کوئی صورت نہ ہو،نہ کوئی فتنہ فی الحال ہونہ اس کااندیشہ ہو نیز شرعی پردے کی کامل احتیاط ہواور مسائل شرعیہ سکھانے والی کوئی صحیح العقیدہ سنیہ عالمہ ہوجو صحیح مسائل سکھائے تواس میں حرج نہیں۔

مسجد میں جمع ہونے میں مفاسد مندرجہ ذیل ہیں:

(1)عورتیں مسجد میں آئیں گی توغالب یہ ہے کہ چھوٹے ناسمجھ بچوں کو بھی مسجد میں لائیں گی اورایسے ناسمجھ بچے جن سے نجاست کا ظن غالب ہوانہیں مسجد میں لاناناجائزوحرام ہے اوراگرنجاست کااحتمال ہوتومکروہ۔اسی طرح وہ بچے جومسجد میں شوروغل کریں،بے حرمتی کریں ان کو بھی مسجد میں لانا منع ہے۔

(2)عورتوں کے مسجد آنے میں یہ بھی اندیشہ ہے کہ پاکی ناپاکی کاخیال نہیں کریں گی،بلکہ بارہاایسی حالت پرہوں گی کہ جس میں ان کامسجد میں جاناحرام ہوتاہے کیونکہ حدیث پاک میں ایسی عورتوں کومسجد میں داخلہ سے منع فرمایاگیاہے۔

مزید یہ کہ عورتوں کے مسجد میں آنے میں ان کے نمازیوں سے اختلاط کا بھی اندیشہ ہے جس سے شریعت مطہرنے ممانعت فرمائی۔اگر بالفرض کوئی ان سب باتوں کاخیال رکھ کر عورتوں کے مسجد میں آنے کی صورتیں نکالناچاہے بھی تویہ کارلاحاصل ہے کہ عملاًایسابہت مشکل ہے

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں رکوع یا سجدہ کی تسبیح ایک بار پڑھنے کی عادت بنانا کیسا؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-734

تاریخ اجراء: 13 جمادی الاول 1444ھ/08 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

رکوع یا سجود کی تسبیحات ایک ایک بار پڑھنے کی عادت بنالی تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

بلاضرورت تین تسبیح سے کم پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے یعنی ناپسندیدہ عمل ہے۔اس کی عادت بنانا اگرچہ گناہ نہیں لیکن بلاوجہ اس کی عادت نہیں بنانی چاہیے۔

بہار شریعت میں مکروہات تنزیہیہ بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”سجدہ یا رکوع میں بلاضرورت تین تسبیح سے کم کہنا۔“ (بہار شریعت، جلد1، صفحہ630، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اور مکروہِ تنزیہی کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”مکروہ تنزیہی: جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے۔ یہ سنّتِ غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔“ (بہار شریعت، جلد1، صفحہ284، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

نماز نہ پڑھنا اور کہنا کہ ہم اللہ کے ولی کے مرید ہیں، وہ بخشوا دیں گے

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1020

تاریخ اجراء: 12 محرم الحرام 1445ھ / 31 جولائی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر خانقاہ پر کوئی شخص اس لیے نماز نہ پڑھے کہ ہم تو ولی اللہ کے مرید ہیں اور ہمیں ولی اللہ بخشوا دیں گے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایسا کہنا جہالت ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کی فرضیت کا انکار کرے تو کفر بھی ہے۔

جب خود کسی بھی کامل پیر کو نماز معاف نہیں بلکہ بغیر نماز کے کوئی کامل مسلمان بھی نہیں بن سکتا، کامل پیر ہونا تو دور کی بات، تو کسی بھی پیر کے مرید کو نماز چھوڑنے کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے، بلکہ سچے پیر ہمیشہ نمازوں کی تاکید کرتے ہیں اور ان کی نسبت کا بہانا کر کے نماز نہ پڑھنے والے ان کے نافرمان ہیں، ان کے سچے مُحِب نہیں ورنہ ان کی بات مانتے نہ کہ خلاف کرتے۔

نیز ایسے کام کرنے والے کئی لوگ ان کامل پیروں کے مرید ہی نہیں ہوتے، بس ان کا نام استعمال کر کے لوگوں کو خاموش کروانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کا یہ جواب اللہ جبار و قہار کی بارگاہ میں انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی کامل اور سچے پیر ان سے راضی ہوں گے۔

ایسے لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے کہ کہیں نمازیں نہ پڑھنے کی نحوست سے معاذ اللہ ایمان ہی نہ رہا تو مرید کب رہیں گے؟ پھر کوئی بھی کام نہیں آسکے گا۔ جی ہاں! گناہ کفر کے قاصد ہیں اور گناہوں کی نحوست سے ایمان برباد ہو جانے کا خطرہ ہے معاذ اللہ، اور نماز سب سے زیادہ لازمی کام ہے جس کا ترک بہت بڑا گناہ ہے اور مسلمان و کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم